

بزم خیر ازید

در جواب بزم جمشید



مُصَنِّف

مولانا حضرت شاہ زید ابوالحسن فاروقی مجددی
حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی دہلی ۶

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَكِنْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ

رسالہ

بزم خیر از زید

۱۳۸۵

جواب بزم جمشید

تصنیف

حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی مدظلہ العالی

طابع و ناشر

شاہ ابوالخیر اکاؤنٹی دہلا حضرت شاہ ابوالخیر

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بار دوم

۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

کتاب کا نام :- نرم خیر از زید در جواب نرم خیزید

صفحات :- ۱۶۰

مصنف :- حضرت مولانا شاہ ابوالحسن زید فاروقی دامت برکاتہ (فاضل ازہر)

مہتمم :- ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی

طابع و ناشر :- شاہ ابوالخیر اکاڈمی

درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ

شاہ ابوالخیر مارگ - دہلی

کتابت :- سید غیاث الحسن نظامی الکیانوی

تعداد :- ایک ہزار

قیمت :- بارہ روپے

فہرست کتاب بزم خیر از زید

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۷۹	پنجاب کے ایک مولوی صاحب	۴	اداریہ
۸۳	مولانا عبد العلی کا عمل اور ایک خواب	۵	وجہ تالیف کتاب
۸۷	شاہ عبد الغنی کا مکتوب	۶	مولانا جامی کا زرین حکیمانہ قول
۸۸	عکرا اور صفحہ	۸	رسالہ بزم جمہید
۹۲	مخدوم الانام کا طریقہ	۱۱	اصل واقعہ
۹۸	سزائیں مرید	۱۶	مولوی اشرف علی اور حافظ احمد کی آمد
۱۰۸	ہمائے بزرگوں کی دوسری شان	۲۱	بزم جمہید کی عبارت
۱۱۱	حضرت عمر کا واقعہ	۲۵	ہذا بصائر للیاس
۱۱۶	انوار شریعہ روشنی کی تفسیر کی طرح	۲۶	تکلیف کا کیا قصہ
۱۱۹	شیخ عبد الحق کی عبارت	۲۸	مولود شریف
۱۲۲	حلقہ مبارکہ کی کیفیت	۳۶	حفظ الایمان کی عبارت کی شہادت
۱۲۴	اصلاح کا حق	۳۷	صحابہ کا عمل
۱۲۸	خدا معاف کرے مجھ کو نہیں بھانا	۴۴	جائے فکر
۱۳۳	مولوی عبد الرحمن کو مکتوب	۴۶	مولوی عبد السلام کا واقعہ
۱۳۵	روایت اور درایت	۵۱	آں را کہ حساب پاک است
۱۳۹	تدبیر اطباء کی سی	۵۳	خدا کی قدرت دیکھئے
۱۴۳	سیاست بادشاہوں کی سی	۶۱	خدا حادثہ مبارکہ
۱۵۱	دین اطباء کا سا	۶۳	ابن حجر کی عبارت
۱۵۵	آپ کی رحلت	۶۶	نماز کے لئے سترہ
۱۵۸	سلسلہ نسب اور پہلی طبائ کی تاریخیں	۶۹	نماز بانسیاز

اداریہ

حضرت والد ماجد دامت برکاتہ کی یہ تصنیف "نرم خیر
از زید در جواب نرم حبشید" پہلی بار چار شنبہ ۲ صفر ۱۳۶۶ھ
۳ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں چھپی تھی اور تھوڑے عرصہ میں مطبوعہ
نسخے تمام ہو گئے ۱۹۶۲ء میں "شاہ ابوالخیر اکاڈمی" کی
تشکیل ہوئی اور حضرت والد ماجد نے اپنی تمام تالیفات اکاڈمی
کو عنایت کر دی۔

شائقین نے بار بار اس کتاب کی طرف اکاڈمی کو متوجہ کیا
چونکہ اکاڈمی بعض دوسری کتابوں کی طباعت میں مصروف تھی
اس وجہ سے اس کتاب کی طباعت میں تاخیر ہوئی۔

اکاڈمی کی خواہش ہے کہ حضرت والد ماجد کی غیر مطبوعہ
کتابوں کو حلیہ طباعت سے آراستہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے
اپنے لطف و کرم سے اس خواہش کو پورا کرے۔

(ڈاکٹر) محمد ابوالفضل فاروقی

جمعہ ۲۷ رزی الحجہ ۱۴۱۲ھ

۵ اکتوبر ۱۹۹۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم مالك يوم الدين والصلاة والسلام على سيد الأولين والآخرين، سيدنا وشفيعنا ومولانا محمد إمام المرسلين وقائد الأحرار المحجلين وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين - وبعد

بندہ عاجز بے مقدار خاک پائے اہل خیر و عرفان ابوالحسن زید مجددی فاروقی دہلوی عرض کرتا ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۸۳ھ مطابق مئی ۱۹۵۳ء میلادی کو بعض دوستوں نے رسالہ بزم جمشید کے ایک مضمون کی طرف اس فقیر کو توجہ دلائی اور واقعہ کی حقیقت دریافت کی، چوالیس سال پہلے لال کرتی میرٹھ میں قبلہ عالم سیدی دشتی و استاد دی و مرشدی و والدی و ولیتی الی اللہ تعالیٰ حضرت شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و افاض علی و علی المؤمنین من برکاتہ و أسرارہ و أنوارہ سے جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور جناب مولوی حافظ احمد صاحب دیوبند

کی ملاقات ہوئی تھی اس واقعہ کو بزمِ جمشید والوں نے تصرفات کے ساتھ
 لکھا ہے اور اس پر جاشیہ آرائی کر کے قلبِ حقیقت کی کوشش کی ہے
 یہ کیفیت دیکھ کر مجھ کو امامِ الایمہ و سراجِ الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ
 رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ یاد آگیا۔ آپ کی خدمت میں وکیع حاضر ہوئے
 آپ نے دریافت فرمایا کہاں سے آرہے ہو، عرض کیا شریک کے پاس
 سے، آپ نے سن کر یہ دو شعر پڑھے۔

اَنْ يَّجِدُوْنِيْ فَاِنِّيْ غَيْرُ لَا يَبْهَمُ
 قَبْلِيْ مِنَ النَّاسِ اَهْلُ الْفَضْلِ قَدْ
 قَدَّمْ لِيْ وَلَهُمْ مَّابِيْ وَمَا بِيَهُمْ
 وَمَاتَ الْاَثَرُ غَيْطًا بِمَا يَجِدُ

عارف نامی حضرت مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی قدس اللہ سرہ السامی
 کا زرین حکیمانہ قول ملا علی بن حسین کاشفی نے رشحات میں نقل کیا ہے
 وہ فرماتے ہیں (مردم بد نفس چون خواہند کہ عیب کے بر شمارند، اول
 یہ پہائے کہ در ذاتِ ایشان موجود است بر زباں جاری نمی شود آن
 بہ ہم ایشان نزدیک تر است) اور قطبِ شام شیخ عبدالغنی نابلسی رحمہ
 اللہ نے رسالہ ایضاح الدلائل میں ایک شعر لکھا ہے۔ شعر کیا
 ہے بد بینوں اور حاسدوں کی حقیقت واضح کر رہا ہے۔ لکھتے ہیں
 اِذَا سَاعَرْتُ الْمَرْءَ سَاعَرْتُ ظَنُوْنَهُ

وَصَدَقَ مَا يَحْتَاذِلُ مِنْ تَوَهُّمِهِ

بزمِ جمشید کے اس مضمون کے پڑھنے سے کتنے بندگانِ خدا کو رنج

پہنچا ہوگا، اور کتنے سادہ لوح حضرت سیدی الوالد کے بارے میں
سوئے ظن میں مبتلا ہوئے ہوں گے اس کا علم حضرت علامہ الغیوب
ہی کو ہے۔ اس کے تدارک کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اصل
وائفہ کو لکھ کر معرض علم پر لایا جائے اور جو اعتراضات نادانی اور
بے ماہیگی کی بنا پر رکھے گئے ہیں ان کا جواب یا صواب لکھ دیا جائے
لِيُحَقِّقَ الْحَقُّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلُ۔

اگرچہ مجھ کو اس قسم کی بحث پسند نہیں ہے لیکن موجودہ صورت
میں مجھ پر شرعاً لازم ہے کہ حقیقت کا اظہار کروں۔ ارشاد باری
تعالیٰ ہے۔ وَلَا تَكْفُرُوا لِلَّهِ أَلَّا تَكْفُرُوا وَكُنْتُمْ يَكْثَرُهَا فَاِنَّهُ
أَشَدُّ قَلْبَهُ، یعنی گواہی کو نہ چھپاؤ، اور جو گواہی چھپائے گا
یقیناً وہ دل کا کھوٹا ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا فرمان ہے، اُنْصَرَاخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُومًا، یعنی اپنے
بھائی کی چاہ ہے وہ ظالم ہو چاہے مظلوم مدد کرو، صحابہ نے عرض کیا
ظالم کی مدد کس طرح کریں، آپ نے فرمایا اس کو ظلم کرنے سے روکو
اور آپ کا ارشاد ہے مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُّرَدُّ عَنْ عِرْضِ اخِيهِ
اِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرَدَّ عَنْهُ نَارُ جَهَنَّمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ
یعنی مسلمانوں میں سے جو کوئی اپنے بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت
کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو دوزخ کی آگ سے
محفوظ رکھے گا، پھر آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی وَكَانَ حَقًّا

عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے فضل و
 کرم سے ایمان والوں کی ضرورت کرتے ہیں۔ جب ایک
 مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنی
 چاہیے اور اس فعل محمود اور سچی شکر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس
 کو دوزخ کی آگ سے مامون اور محفوظ رکھتا ہے تو پھر خیال
 کرنا چاہیے کہ اپنے عزیز اور رشتہ دار یا والدین اور استاد
 یا مرشد و مربی کی اعانت اور ان کی عزت کی حفاظت کتنی
 ضروری ہے۔ اور پھر جبکہ مجھ کو واقعہ کا علم تمام دیکھ ل
 حاصل ہے تو خاموش رہنا کہاں تک جائز ہے لہذا اظہاراً
 لِلْحَقِّقَةِ وَبَيَاناً لِلشَّهَادَةِ وَنَصْرًا لِلْحَقِّ وَرِضَاءً لِلرَّبِّ
 جو حق بات ہے اور جس کا علم یقینی طور پر مجھ کو حاصل ہے، میں اس
 کو بیان کرتا ہوں۔ مُسْتَعِينًا بِاللّٰهِ وَمُتَوَكِّلًا عَلَيْهِ وَمُسْتَعِذًّا
 مِنْهُ الْهَدْيَ يَتِيهِ وَالتَّوْفِيقَ فَإِنَّهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِهِ

رسالہ بزم جمشید

عیب مستان مکن اے خواجہ کزیر کہنہ رباط
 کس ندانست کہ رحلت بہ چہاں خواہد بود
 کوئی شخص وصل بگرامی صاحب ہیں انھوں نے اپنے پیر مولوی اشرف
 علی صاحب تھانوی کے انتیس ملفوظات کو رسالہ کی صورت میں

جمع کیا ہے اور حمشید علی خاں صاحب باغیتی کی وجہ سے اس کا نام
 "بزم حمشید" تجویز کیا ہے اور تاریخی نام خم خانہ باطن (۵۸ھ ۱۳)
 رکھا ہے اور سید ظہور الحسن صاحب (مالک کتب خانہ امداد الخربار
 شہر سہارن پور) نے اس کو طبع کرایا ہے۔ اس رسالہ کے اڑتالیس
 صفحات ہیں، ملفوظ نمبر اٹھائیس صفحہ چھپالیس سطر گیارہ سے
 شروع ہو کر صفحہ سینتالیس سطر چوبیس پر تمام ہوا ہے۔ یہی
 وہ ملفوظ ہے جس سے مجھ کو بحث ہے۔ اس رسالہ کے آخر
 کے سات اوراق بطور ضمیمہ نمبر دو کے شامل کے گئے ہیں
 یہ اضافہ صرف رسالہ کا حجم بڑھانے کے لئے کیا گیا ہے جس
 کی تصریح وصل صاحب صفحہ چوبیس پر کر رہے ہیں۔ غالباً
 انھوں نے مشہور حکیمانہ قول (مَا قَلَّ وَكَفَى حَيْرَةً أَكْثَرُ وَاللَّهِ)
 نہیں سنا ہے، اور شاید ان کو معلوم نہیں ہے (مَنْ صَنَّفَ فَقَدْ
 اسْتَشْهَدَ) کیونکہ ایسے غلط اور دل آزار مضمون کا چھاپنا
 کہاں کی عقلندی ہے اور وہ بھی صرف رسالہ کے حجم بڑھانے
 کے لئے۔

مولوی بخش اللہ صاحب دہلوی نے ۱۳۴۳ھ ہجری کو اپنے پروردگار کی سوانح
 حیات لکھی وہ اس واقعہ کے وقت میرٹھ میں بذاتِ خود موجود تھے انھوں نے
 سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا انھوں نے بطور یادداشت
 کے اس واقعہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ اگر وہ چاہتے پوری طرح اس کا بیان

کرتے لیکن دَفْعًا لِلزَّاعِ وَرَفْعًا لِلْكَذِّ وَالْخَوَاطِرِ انھوں نے ایسا نہ کیا، جس پر ایہ سے انھوں نے اس واقعہ کو لکھا ہے وہ سب کے سامنے ہے جس کا دل چاہے صفحہ دوسو دس اور گیارہ کو دیکھ لے یَقِیْنًا اِنْ کَا فِعْلٍ رَا شَمْدَانِہ اور مستوجبِ صدمتِ تاش ہے فجزاک اللہ سُبْحَانَہ رَفَعَالِ خَیْرًا لِّجَزَائِہ

رُفْل صاحب اگر واقعہ کو صحیح طریقہ پر بیان کرتے اور اس پر کسی قسم کی حاشیہ آرائی نہ کرتے تب بھی مضائقہ نہیں تھا۔ لیکن انھوں نے نہ صحت کا خیال رکھا اور نہ اعتراضاتِ سخیفہ سے اجتناب کیا، ان کے اس کام کو اور ان کے نام کو دیکھ کر فتویٰ شریف کا شعر یاد آ جاتا ہے ۵

تو برائے وصل کردن آمدی

نے برائے فصل کردن آمدی

وہ اپنے خیال میں پیر کی خدمت کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنے پیر کو موردِ ملامت بنا رہے ہیں اگر یہ غلط اور دل آزار مضمون نہ ہوتا تو اس کا جواب کیوں لکھا جاتا، سچ ہے، دشمنِ دانا بہ از دوستِ ناداں۔

۱۵ اگست مولوی بخش اللہ صاحب بخشنہ، ۲۴ صفر ۱۳۷۳ھ مطابق ۵ نومبر ۱۹۵۳ء میلادی دن کو ساڑھے نو بجے انتقال کر گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاٰجِعُوْنَ۔

مولوی اشرف علی صاحب کا بیان کیا تھا اور دسل صاحب نے اس کو کس پر ایہ میں پیش کیا ہے، اس کے متعلق اب کچھ لکھنا بے کار ہے رسالہ بزم جمشید ان صاحبان کا عمل ہے اور رسالہ بزم خیر از زبید در جواب بزم جمشید اس کا ٹکرہ اور مکافات ہے۔ ع از مکافات عمل غافل ہوئے۔ اس رسالہ کا تاریخی نام بزم امام زین محی الدین عبداللہ ابو الخیر (۳۷۱ھ) ہے میں پہلے اصل واقعہ کو بلا کسی تبصرہ اور نقد کے لکھتا ہوں، پھر بزم جمشید کی عبارت حرف بہ حرف نقل کروں گا۔ اور پھر میرا تبصرہ تحت عنوان **هَذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ هُوَ كَا فَا لِلَّهِ الْمُسْتَغْنَى وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ**۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچه سیمای کرد

اصل واقعہ

مازہ خواہی داشتن گردا غہائے سینہ را
گا ہے گاہے باز خواں این قصہ بیارینہ را

حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ گرمیوں میں چھ ماہ کے واسطے کوئٹہ بلوچستان تشریف لے جاتے تھے۔ اپریل کی بیس پچیس تک جانا اور اکتوبر کی بیس پچیس تک آنا معمول تشریف تھا۔ چنانچہ رحیب ۱۳۲۹ھ ہجری مطابق

اکتوبر ۱۹۱۱ء میلادی کو آپ حسب معمول کوڑے سے دہلی تشریف لائے
یہاں دربار ۱۹۱۱ء کی تیاریاں بڑے پیمانہ پر ہو رہی تھیں، دور
دور سے اہل دنیا دہلی چلے آ رہے تھے۔ آنے والوں میں بعض افراد
چہ خوش بود کہ برآید بہ یک کرشمہ دوکار، پر عمل کرتے ہوئے آپ
کے در اقدس پر بھی حاضری دیتے تھے۔ اس سے پہلے ۱۹۱۰ء کے
دربار کے موقع پر بھی بعض امرا اور ملوک حاضر ہوئے تھے چونکہ
آپ کو اس قسم کی آمد اور ایسے انفرادی ملاقات پسند نہ تھی، اس لئے
آپ نے مخلصین سے فرمایا۔ چند ماہ کے لئے کہیں باہر جانا بہتر ہے
چنانچہ سب کی رائے سے آپ میرٹھ تشریف لے گئے اور وہاں حیدر
شاہ کی کوٹھی میں (واقعہ لیٹنڈ روڈ قریب صدر بازار جو تیس
روپے ماہوار کرایہ پر لی گئی تھی) آپ نے تقریباً پانچ ماہ قیام کیا۔
آپ کا معمول تھا کہ ہر روز سہ پہر کو برائے تفریح کسی سواری میں
شہر سے باہر تشریف لے جاتے تھے۔ قدرے چل قدمی فرما کر یاد الہی
میں مصروف ہو جاتے تھے۔ سردی کا موسم ہوا مغرب تک درزہ عشار تک
معاودت فرماتے تھے اس لئے ایک لائٹیننٹ ضرور ساتھ رہتی تھی میرٹھ
کے دوران قیام میں بھی آپ کا یہی معمول رہا۔ البتہ اتنی بات تھی کہ آپ
سواری میں معظّم علی شاہ سردھنے والے کے باغ تشریف لے جاتے
وہاں مغرب کی نماز ادا فرما کے چل قدمی کرتے ہوئے لال کرتی شیخ
وحید الدین شیخ بشیر الدین کی کوٹھی پر تشریف لے جاتے وہاں قدرے

آرام فرماتے، پھر عشاء کی نماز پڑھتے۔ کبھی آپ چائے بھی نوش فرماتے اور پھر آپ قیام گاہ کو تشریف لے جاتے۔

نماز آپ خود پڑھاتے تھے۔ البتہ جب برادر کلاں حضرت بلال ابوالفیض اَدَامَ اللہُ تَعَالٰی رُوْسِے الْمُسْتَرَشِدِیْنَ دَعَمَ فِیضُہُ لِلطَّالِبِیْنَ امامت کے قابل ہوئے تو یہ وظیفہ مبارکہ ان سے متعلق ہو گیا۔ نماز کے لئے آپ خاص اہتمام فرماتے تھے نا اہل اور صحا غفلت کو بار نہ تھا کہ آپ کی نماز بنیاز میں شریک ہوتے، ایسے افراد سے آپ فرما دیا کرتے تھے جاذ کہیں اور نماز پڑھ لو، ہماری نماز کیوں خراب کرتے ہو۔ جب آپ مصلی پر قدم رکھتے تھے تو بہ آواز بلند فرما دیا کرتے تھے۔ دیکھو ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے، بلکہ بعض اوقات آپ صف میں ہر ایک شخص کے پاس سے گزرتے تھے۔ یا آپ محراب میں معیروں کی طرف توجہ فرما کر کھڑے ہو جاتے تھے اور مخلصین میں سے ایک شخص ہر شخص کے شانہ پر اپنا ہاتھ رکھتا تھا، اور آپ کے ہوں " فرمانے پر دوسرے کے شانہ پر ہاتھ رکھتا تھا۔ آپ کی آنکھیں بند ہوتی تھیں دلوں کی طرف دھیان ہوتا تھا۔ ذرا بھی کدورت کسی میں پائی اس کو مخلص فرما دیا۔ بعض اوقات پرکھنے کی خدمت جلیلہ کسی باکمال مخلص کے سپرد ہوتی تھی۔ بارہا دیکھا گیا کہ دوران نماز میں اگر کوئی پرگندہ دل آ کر جماعت میں شریک ہو گیا ہے تو آپ نماز کو بہ اختصار ادا فرما کر بہ آواز بلند فرماتے تھے۔ دیکھو کس نے ہماری نماز خراب کی ہے چنانچہ

وہ شخص پڑا جاتا تھا۔ جن دنوں میرٹھ میں قیام تھا، نماز آپ ہی پڑھاتے تھے آپ کی نماز بنیازی مع اللہ ساعت کی تعبیر، اور الصلوٰۃ معراج المؤمنین کی تصویر ہوتی تھی۔ بعض اہل دل اصحاب ذوق، صاف باطن، جن کو علم ہو گیا تھا کہ آپ صلاۃ العشاء لال کرتی ہیں اور فرماتے ہیں، وہاں پہنچ جایا کرتے تھے، آپ کے انفاسِ قدسیہ کے اثر سے اپنے دنوں کو حیاتِ طیبہ مبارکہ بناتے تھے اور آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو کر اتم درجہ احسان اور وہ اَنْ تَحِبَّ اللّٰہَ کَاَنْکَ تَرَآہُ کا پورا لطف اٹھاتے تھے رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِم اَجْمَعِیْنَ۔

جن دنوں آپ کا قیام میرٹھ میں تھا، دیوبند کے حضرات علماء نے وہاں بڑا جلسہ بہ نام موتمر انصار منعقد کیا۔ اتفاق کی بات ہے جہاں جلسہ ہوا وہ مقام آپ کی قیام گاہ کے قریب تھا۔ جن دن سپر کو جلسہ ہونے والا تھا۔ اس دن صبح کے نویسے جناب مولوی محمود الحسن صاحب آپ سے ملنے تشریف لائے، آپ مولوی صاحب سے بہ محبت ملے۔ تقریباً ایک گھنٹہ ملاقات رہی۔ مولوی صاحب نے آپ سے جلسہ موتمر انصار کا ذکر فرمایا اور خواہش ظاہر کی کہ آپ بھی جلسہ میں شریک ہوں، آپ نے اس بارے میں کسی قسم کا جواب نہیں دیا نہ ہاں کا، نہ نا کا، اور مولوی صاحب بہ احترام مرخص ہو گئے۔ اتفاق سے ان ایام میں قصور سے سید احمد شاہ صاحب

سب رستگار آپ کی خدمت شریفہ میں آئے ہوئے تھے وہ آپ سے بیعت تھے۔ مولانا عبدالرسول صاحب کے نواسے تھے جو حضرت غلام محی الدین قصوری خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی کے فرزند اور جانشین تھے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ سید احمد شاہ کے برادر کلاں سید محمد شاہ قصوری اپنے نانا کے جانشین تھے۔ وہ ہر سال ہسینہ بیس دن کے واسطے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے اور سلوک مجددیہ حاصل کرتے تھے۔ سید احمد شاہ صاحب اپنے فرزند کلاں سید روف احمد شاہ کے واسطے خواہر کلاں کو طلب کرنے آئے تھے اور اس سلسلہ میں ان کے ساتھ درتین افراد بھی آئے تھے۔ ان میں سے ایک پیر سید گلاب شاہ تحصیل دار ریواڑی بھی تھے اور اس معاملے کے سلسلہ میں دہلی سے بھی چند مخلص آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک مولوی بخش اللہ صاحب مؤلف سوانح حیات بھی تھے۔

اس دن بہانوں کے واسطے مزید ایک گجھی آپ نے طلب کی ایک گجھی میں آپ اور ہم ہر سہ برادر اور ایک خدمت گار انفانی اور دو بہان اور دوسری گجھی میں باقی بہان سوار ہوئے، جب آپ کی سواری جلسہ گاہ کے قریب پہنچی آپ نے گجھی رکوالی۔ ایک شخص تقریر کر رہے تھے۔ ان کی آواز گجھی تک صاف آرہی تھی، تقریباً آدھ گھنٹہ سواری میں بیٹھے بیٹھے آپ نے تقریر سنی اور پھر وہاں سے

حسب معمول محظّم شاہ کے باغ تشریف لے گئے۔ آپ نے اس نرالی
شان سے جناب مولوی صاحب کی دعوت کو جائزہ عمل پہنایا و حکمتہ
اللہ علیہما۔

اس جلسہ میں جناب مولوی اشرف علی صاحب اور جناب
مولوی حافظ احمد صاحب مہتمم دارالعلوم بھی تھے۔ ان دونوں صاحبان
نے دور سے آپ کو دیکھا اور ان کو جناب مولوی محمود الحسن صاحب
کی ملاقات کا حال بھی معلوم ہوا۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ آپ بین العسائین
لال کرتی تشریف لے جاتے ہیں۔ چنانچہ بعد مغرب یہ ہر دو صاحبان
شیخ نصیح الدین، شیخ وحید الدین کے مکان سے جہاں ان کا قیام تھا
شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین کی کوٹھی لال کرتی آپ سے ملاقات
کرنے تشریف لے گئے۔ چونکہ ہر دو برادر آپ کے مزاج اشرف
سے پوری طرح واقف تھے۔ اس لئے انھوں نے ہر دو صاحبان
کو آپ کی نشستگاہ کے علاوہ کسی دوسری جگہ بہ احترام بٹھایا، آپ
حسب معمول اپنے وقت پر پہنچے اور مستراح پر تشریف لے گئے
آپ کے واسطے ایک آرام کرسی کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ اس آرام
کرسی پر ستریح ہوئے۔ دونوں بھائیوں کو جب آپ کی تشریف
آوری کا علم ہوا فوراً بہ مدثوق خدمت بابرکت میں پہنچے اور از رو محبت
و عقیدت درچار منٹ آپ کے مبارک پاؤں کو دبایا پھر برادر کمال
نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کی تشریف آوری کا ذکر کیا

آپ نے فرمایا۔ ہاں ان کو بلاؤ، ہم ان سے ملیں گے اور جب ہر دو صاحبان
 تشریف لائے آپ نے مخلصین سے فرمایا ہم ان سے کھڑے ہو کر ملاقات
 کریں گے۔ چنانچہ مخلصین نے آپ کو سہارا دیا اور آپ ان سے بہ محبت
 ملے۔ پھر آپ آرام کر ہی پر اور ہر دو صاحبان کرسیوں پر بیٹھ گئے، اور
 معروف کلام ہوئے۔ حافظ صاحب کی وجہ سے ان کے پدر
 بزرگوار کا ذکر جمیل آیا۔ آپ نے ان کی تشریف اور ان کے تعلقات کا
 ذکر فرمایا۔ آپ نے ارشاد کیا مولوی قاسم صاحب اور مولوی رشید احمد
 صاحب نے حضرت شاہ عبدالغنی سے خانقاہ شریف میں حدیث تشریف
 پڑھی ہے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے استاد اور ان کے جائے قیام کا
 اتنا احترام کرتے تھے کہ کبھی خانقاہ شریف میں جوتی پہن کر داخل نہیں
 ہوئے۔ ہمیشہ دروازہ کے باہر جوتی اتار کر باہر داخل ہوتے تھے
 پھر آپ نے مولوی قاسم صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا۔ فرمایا، حضرت
 والد ماجد کی طبیعت ناساز تھی۔ حلقہ اور توجہ کی خدمت میرے سپرد تھی
 حرم شریف کی میں حلقہ ہوا کرتا تھا۔ میں حلقہ اور توجہ سے فارغ ہو کر
 گھر جانے کو تھا کہ مولوی صاحب مجھ سے آکر بہ محبت ملے اور حضرت
 والد ماجد کی خیریت دریافت کی۔ میں نے کہا مزاج شریف علیل
 ہے۔ مولوی صاحب نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور میرے ساتھ
 گھر کو روانہ ہوئے۔ چلتے وقت مخلصین میں سے ایک شخص نے
 حسب معمول سجادہ اٹھا یا۔ مولوی صاحب نے کہا یہ خدمت آج

مجھ کو ملنی چاہیے۔ چنانچہ اصرار کر کے مولوی صاحب نے سبادہ اٹھایا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ بوجہ ناتوانی کے صحت فراموش تھے۔ مولوی صاحب نے سلام کیا اور آپ کے پاس بیٹھ کر بڑی محبت سے آپ کو دبانے لگے۔ پھر عرض کیا، حضرت مہدستان میں درد خال پیدا ہو گئے ہیں آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے شر سے بچائے۔ پھر آپ نے مولوی صاحب کی خدمت الہام اور مساعی جلیلہ کا ذکر کیا اور اس سلسلہ میں دارالعلوم دیوبند کا ذکر آیا چونکہ ان دنوں بعض اخبارات اور رسائل میں مدرسہ کی بدانتظامیوں کا چرچا ہو رہا تھا اور اس سلسلہ میں آپ کے سامع شریفہ تک بھی کچھ باتیں پہنچ چکی تھیں اس لئے آپ نے فرمایا ہم نے سنا ہے مدرسہ پہلے کی طرح اب دین کی خدمت نہیں کر رہا ہے۔ اس پر درد صبا جان نے کہا: حضرت، مدرسہ دین کی خدمت پہلے کی طرح کر رہا ہے بعض مخالفوں نے ذاتی عناد اور فاسد اغراض کی وجہ سے مدرسہ کو بدنام کرنے کے لئے کچھ غلط باتیں اڑائی ہیں جن کا ذکر اخبارات میں بھی آیا ہے۔ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

یہاں تک گفتگو محبت کے پیرایہ میں بہت اچھی ہوئی رہی حاضرین لطف اندوز ہوتے رہے۔ پیر سید گلاب شاہ بھی یہ کلام سن رہے تھے وہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مؤلف رسالہ تقدیس الوکیل کے طرفداروں میں سے تھے۔ اس

موقع پر انھوں نے جیب سے مختصر رسالہ نکالا۔ جس میں مولوی اسماعیل دہلوی اور ان کے ہم خیال علمدار کے ناشائستہ اقوال کا ذکر تھا۔ انھوں نے حضرت سیدی الوالد سے عرض کیا۔ حضور، دین کی خدمت اس طرح پر کی جارہی ہے۔ مولوی خلیل احمد براہین قاطعہ کے صفحہ ۲۲۸ پر لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنھیا کے جنم کی۔ اس آخری ناشائستہ عبارت کو سن کر آپ کو بڑا ملال ہوا آپ نے فرمایا، افسوس ہے مولوی خلیل احمد آپ کے ذکر شریف کی مبارک محفل کو ایسی بڑی تشبیہ دیتے ہیں اور آپ کے ذکر شریف کی محفل منعقد کرنے سے منع کرتے ہیں۔ آپ نے یہ بھی ارشاد کیا جہاں کوئی جلسہ ہوتا ہے حسب ضرورت اور حسب احوال اس جگہ کو پاک اور صاف کیا جاتا ہے اور زیب و زینت دیتے ہیں یہ لوگ میلاد شریف کی مبارک محفل کو اس سے بھی روکتے ہیں اور پھر آپ نے فرمایا۔ ہم نے سنا ہے مولوی خلیل احمد ایسے شخص کو سبیت بھی نہیں کرتے ہیں جو میلاد شریف کرتا ہو یا اس کا حامی ہو۔ اس موقع پر مولوی اشرف علی صاحب نے کہا مولوی خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کریں گے اور سبیت نہ کرنے کی بات درست نہیں ہے۔ آپ سے کسی نے غلط بات کہہ دی ہے چونکہ آپ سے یہ بات مولوی شمس الدین صاحب میرٹھی نے کہی تھی اور وہ اس موقع پر حاضر

تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ارے بھائی جواب دو،
چنانچہ مولوی شمس الدین نے واقعہ بیان کیا۔ شاید اس موضوع پر کچھ
گفتگو ہوتی لیکن پیر سید گلاب شاہ نے پھر سب کو اپنی طرف متوجہ
کر لیا اور مختصر رسالہ میں سے مولوی اشرف علی صاحب کی کتاب
حفظ الایمان کے صفحات کا حوالہ دیتے ہوئے سنایا "دریافت
طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب
ہے اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے
ایسا علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و محبوب بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے
بھی حاصل ہے" یہ سن کر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب سے
کہا کیا یہی دین کی خدمت ہے۔ تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر
تھے تم نے اس کے خلاف کیوں کیا، مولوی صاحب نے کہا میں نے
اس عبارت کی توضیح اپنے دوسرے رسالہ میں کر دی ہے آپ نے
بحر اب ارشاد کیا تمہارے اس رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے
ہم دوسرے رسالہ کو لے کر کیا کریں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر خاموشی
رہی، پھر آپ نے فرمایا، نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ جس کا وضو نہ ہو،
وضو کر لے، اس موقع پر کچھ لوگ اٹھے اور مولوی صاحب اور حافظ
صاحب بھی اس وقت تشریف لے گئے، آپ نے نماز پڑھائی، حسب
معمول نماز شروع کرنے سے پہلے آپ نے فرمایا۔ ہماری نماز کوئی خراب
نہ کرے نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مولوی صاحب اور حافظ صاحب کے

متعلق دریافت فرمایا کہ یہ دونوں کہاں ہیں، شیخ وحید الدین حبیب نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے۔ آپ کے دریافت کرنے سے معلوم ہوتا ہے شاید آپ ان دونوں صاحبان سے کچھ گفتگو فرماتے لیکن مَا شَاءَ اللہ کَانَ وَمَا لَمْ يَتْبَعْ لَمْ يَكُنْ یہ ہے میرٹھ کی ملاقات کا صحیح بیان جس کو چار پانچ ثقہ اشخاص نے روایت کیا ہے۔ اب تک ان میں سے دو افراد بقید حیات ہیں۔ اب میں ناظرین کے سامنے بزم جمشید کی عبارت نقل کرتا ہوں۔ دیکھو صفحہ ۲۶ سطر ۱۱، وصل حسب لکھتے ہیں۔

بزم جمشید کی عبارت

(۲۸) فرمایا کہ میں سو ترا لالہ نصار کے جلسہ کی شرکت کے لئے میرٹھ گیا ہوا تھا۔ جلسہ گاہ کے قریب حاجی وجہ الدین حاجی فیض الدین کے یہاں قیام تھا۔ ایک شب کو میں شیخ وحید الدین، شیخ بشیر الدین سے ملنے کے لئے ان کی کوٹھی پر گیا جو آبادی سے باہر ہے تھوڑی دیر میں کچھ آوازیں سنائی دیں اور شیخ وحید الدین اور شیخ بشیر الدین کو دیکھا کہ وہ یہ کہتے ہوئے دوڑے جا رہے ہیں کہ حضرت تشریف لارہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب دہلوی ہیں۔ ایک لالٹین

آگے آگے ہے۔ وہاں ایک آرام کرسی خالی پڑی تھی کہ اس پر
 میزبان تو میری وجہ سے اور میں میزبان کی وجہ سے ہمیں بیٹھتے تھے
 مولانا آتے ہی اس کی برابر کھڑے ہو گئے اور بہ آواز بلند
 فرمایا یہاں کون کون ہیں چنانچہ جو لوگ یہاں موجود تھے ان کے
 نام بتائے گئے ان میں میرا نام بھی لیا گیا۔ فرمانے لگے، مجھے
 تو ان کے دیکھنے کا بڑا اشتیاق تھا اچھا لالٹین لاؤ میں ان کی
 صورت تو دیکھوں میں نے دیکھا کہ ان کو میرے پاس آنے میں
 تکلف ہوگا۔ چلو میں ہی ان کے پاس چلا چلوں۔ چنانچہ میں ان کے
 پاس گیا۔ انہوں نے لالٹین کی روشنی میں خوب غور سے میرے
 چہرے پر نظر دوڑائی پھر اسی آرام کرسی پر بیٹھ گئے اور میں اپنی
 کرسی پر بیٹھ گیا اور مختلف موضوع پر گفتگو ہونے لگی اسی دوران
 میں ان کی زبان سے نکلا مولوی خلیل احمد صاحب مولود شریف
 کے یہاں تک مخالف ہیں کہ ایسے لوگوں کو مرید نہیں کرتے، جو
 مولود شریف کے حامی ہیں اور اس روایت کو اعتراض کے طریقہ
 سے بیان کیا اور اس سے پیشتر بھی وہ بڑی بڑی ہستیوں کا ذکر
 حقارت سے کر چکے تھے۔ مثلاً مولوی قاسم اور فلاں فلاں
 میرے یہاں خانقاہ شریف میں پابرمینہ حاضر ہوتے تھے اب
 جب مولانا خلیل احمد کی نسبت اس طرح کہا تو مجھے بہت ناگوار
 ہوا میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی ہے اس

کاراوی کون ہے۔ وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے ان کی طرف منیٰ طلب ہو کر کہا بھی جواب دو، یہ کیا کر رہے ہیں۔ ان کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے میں نے کہا کہ یہ آپ کے راویوں کی حالت ہے میں نے یہ بھی کہا کہ مولانا خلیل احمد صاحب جس مولود کو منع کرتے ہیں اس کو آپ بھی منع کرتے ہیں اس گفتگو اور لہجہ سے میرا بن یہ سمجھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مکالمہ دوسری صورت اختیار کر لے وہ یہی پارے ہم دونوں کی خوشامد کرتے تھے۔ اتنے میں مولانا دہلوی کو ٹھہری ہی پر سن ساز کی تیاری کرنے لگے کسی مسجد میں نہیں، اس وقت میرے ساتھ (جناب شمس العلماء) حافظ احمد صاحب (ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی وہاں تشریف رکھتے تھے وہ بھی شریک جماعت ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ میں نے حافظ صاحب سے کہا کہ میں آپ کو اس جماعت میں شریک نہ ہونے دوں گا وہ میرے کہنے سے رک گئے۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہ معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلیٰ پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوا۔ جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں یہ سن کر میں نے اس وقت حافظ صاحب سے کہا کہ دیکھئے ایسے ہی احتمالات سے میں نے آپ کو رد کا تھا۔ اگر آپ جاتے تو یہی الفاظ آپ کو بھی سننا پڑتے۔

اس واقعہ کو بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی مگر پھر بھی مولانا بہت غنیمت تھے، اب تو ایسے لوگ بھی نہیں ان کے معتقدین اور مریدین زیادہ کر کاہلی سے تھے جو بڑے خوش عقیدہ اور راسخ تھے۔ یہاں تک کہ مولانا ان کو سخت سخت سزائیں دیتے تھے اور وہ دم نہیں مارتے تھے مولانا کا طریقہ مخدومانہ تھا۔ اسی جلسہ میں اپنی جماعت کے لئے یہ بھی فرمایا تھا کہ جن خادموں کو وضو نہ ہو وضو کر لیں، اور ہمارے بزرگوں کی دوسری شان تھی، وہاں عجز تھا انکار تھا۔ بھلا ممکن تھا کہ وہ اپنے معتقدین یا متوسلین کو خادم کہہ کر پکارتے وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے وہ اتباع رسول میں فنا تھے ان کا اخلاق وہ تھا جو ہمارے رسول کا تھا وہ محقق تھے وہ کامل تھے ان کی شان کمال یہ تھی کہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ غیر کامل کی مثال ایک دھندلے چہراغ کی سی ہے جہاں دھواں ہوا اور اس کا نور چھپ گیا اور ہمارے بزرگ محقق و کامل تھے ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر نہاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں ان سب پر وہی غالب رہے۔ ایسے کامل کو حق ہے اصلاح کا، جس کی صفات کی نسبت حضرت محی الدین ابن عربی کا ارشاد ہے کہ مرئی وہ ہے کہ جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں دین انبیاء کا سا ہو۔ تدبیر اطباء کی سی ہو اور سیاست بادشاہوں کی

سی ہو۔ یہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ مولوی عبدالمجید نے مجھ سے پوچھا
تھا کہ انبیاء کا سادین کس کا ہو سکتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ مراد
یہ ہے کہ انبیاء کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے اور
یہ مراد نہیں کہ ایسا کامل ہو۔ (انتہی)

هَذَا بَصَائِرُ النَّاسِ

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز دم درکش
حسن این قصہ درد است درد فترتہ می گنج
نمبر ۱ لکھا ہے کہ ایک شب کریم شیخ وحید الدین شیخ بشیر الدین
سے ملنے گیا۔ الخ

بصیرہ۔ اس رات مولوی صاحب اور حافظ صاحب
حضرت سیدی الوالد سے ملنے تشریف لے گئے تھے۔ یہی وجہ ہے
کہ شیخ وحید الدین صاحب نے ان دونوں صاحبان کی آپ سے اطلاع
کی اور آپ نے بخوشی ملنا منظور فرمایا۔

نمبر ۲ لکھا ہے، شیخ وحید الدین کو دیکھا کہ وہ کہتے ہوئے
دوڑے جا رہے ہیں۔ الخ

بصیرہ۔ ان ہر دو برادرانِ صاف کیشان کو آپ سے جو محبت
اور عقیدت تھی یہ اسی کا اثر تھا کہ قبلہ مراداں کی تشریف آوری کا علم

ہوتے ہی دونوں صاحبان دوڑتے ہوئے آپ کی خدمت بابرکت میں پہنچے۔ آپ آمدتیم برخواست والا معاملہ ہے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جس جگہ مولوی صاحب اور حافظ صاحب تشریف فرما تھے وہ جگہ اور تھی اور جہاں حضرت سیدی الوالد جاکر تشریف فرما ہوئے وہ جگہ اور تھی۔

نمبر ۳۔ لکھا ہے۔ وہاں ایک آرام کرسی خالی پڑی تھی الخ بصیرہ۔ جناب من یہ تکلف کا کیا قصہ، آپ جس وقت آرام کرسی پر رونق افروز ہوئے ہیں اس وقت نہ وہاں مولوی صاحب اور حافظ صاحب تھے اور نہ دونوں سبھائی تھے۔ دونوں سبھائی آپ کے تشریف فرما ہونے کے بعد پہنچے اور پھر پانچ سات منٹ بعد شیخ وحید الدین آپ سے اجازت حاصل کر کے دونوں حضرات کو برائے ملاقات لائے۔

مع ہذا میں کہتا ہوں میرا ان دونوں تھے ان میں جو اخوت یگانگت اور محبت تھی وہ بہت کم دیکھنے میں آئی ہے۔ اگر کرسی ہے تو دونوں کے لئے اور اگر آرام کرسی ہے تو دونوں کے لئے سواری میں جب برائے تفریح نکلتے تھے تو دونوں کا لباس بھی ایک رنگ، ایک وضع، ایک قطع کا ہوتا تھا۔ لہذا اگر ان کے واسطے آرام کرسی ہوتی تو یقیناً دو ہوتیں یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ ایک تو آرام کرسی پر بیٹھا اور دوسرا کرسی پر اور وہاں بھی دونوں تھے۔ ایک مولوی صاحب

دوسرے حافظ صاحب دونوں ہم پایہ دہم رتبہ، ایک کو آرام کرسی دینی اور دوسرے کو کرسی۔ یہ ان دونوں بھائیوں کے اخلاق سے بعید تھا اگر انھیں مولوی صاحب کو آرام کرسی ہی پر بٹھانا منظور ہوتا تو دوسری آرام کرسی طلب کر لی جاتی۔ چونکہ ان دونوں بھائیوں سے اس امر کا مشاہدہ میں خود کر چکا ہوں، اس بنا پر یہ لکھ رہا ہوں مولوی صاحب کو آرام کرسی نہ ملنے کا اور آپ کے آرام کرسی پر رونق افروز ہونے کا بڑا ہی خیال ہوا ہے یہ فقیر کھبتا ہے، آرام کرسی کیا شے ہے اگر دیدہ و دل کی کرسی کا وجود ہوتا آپ کے لئے وہی پیش کی جاتی۔ عاجز گفتہ

اے بلا گردانِ تو جا نم بود وے ندایت جملہ سامانم بود

در حیم دل فرود آیک نفس فرش رامت ہر دو چشمانم بود

یہ عزت اور یہ قبولیت حضرت واسطی العطا یا جل شانہ کی دین ہے جس کو چاہے عطا کرے ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء۔

ایں آں سعادتے است کہ حسرت بردہ راں

جربائے تاج قیصر ملک سکندری

نمبر ۴ لکھا ہے۔ مولانا آتے ہی اس کی برابر کھڑے ہو گئے۔

بصیرہ آپ حسب معمول تشریف لاکر آرام کرسی پر رونق افروز ہوئے۔ نہ آپ کرسی کے پاس کھڑے ہوئے ہیں اور

نہ آپ کو اس کی ضرورت تھی۔

نمبر ۵ لکھا ہے۔ ان میں میرا نام بھی نام لیا گیا۔ الخ

بصیرہ۔ مولوی صاحب اور حافظ صاحب کا نام کیا گیا
ان دونوں صاحبان کے متعلق شیخ وحید الدین صاحب نے آپ
سے عرض کیا اور پھر یہ دونوں صاحبان آپ کے پاس برائے
ملاقات تشریف لائے۔

نمبر ۶۔ لکھا ہے۔ ان کو میرے پاس آنے میں تکلف ہوگا۔ الخ
بصیرہ۔ آرام کرسی کے تکلف کا قصہ ابھی ختم نہ ہوا تھا کہ یہ
دوسرا قصہ تکلف کا شروع کر دیا۔ حضرت سیدی الوالد
تکلفات سے شناسا نہ تھے۔ آپ کا ہر فعل عزیمت اور حقیقت
پر مبنی ہوتا تھا۔ مولوی صاحب اور حافظ صاحب آپ سے ملاقات
کرنے تشریف لائے تھے۔ لہذا ان دونوں صاحبان ہی کو آپ کے
پاس جانا چاہیے تھا۔ یہ ایک قاعدہ کی بات ہے۔ تکلف کی بحث
بے کار ہے۔

نمبر ۷ لکھا ہے۔ اسی دوران میں ان کی زبان سے نکلا کہ مولوی
خلیل احمد صاحب مولود شریف کے یہاں تک مخالف ہیں کہ ایسے
لوگوں کو مرید نہیں کرتے جو مولود شریف کے حامی ہیں اور اس روایت
کو اعتراض کے طریقہ سے بیان کیا۔ الخ

بصیرہ۔ آپ نے یہ بات اعتراض کے طریقہ سے نہیں فرمائی
تھی بلکہ استعجاب اور استغراب کے طور پر کہی تھی کیونکہ
مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب کے استاد مولانا

رحمت اللہ صاحب اور سراجی امداد اللہ صاحب نہ صرف میلاد شریف کے حامی تھے بلکہ گرویدہ و دلدادہ تھے ان کا عمل کہتا تھا
 اَعِدْ ذِكْرَ نَحْمَانَ لَنَا اَنْ ذِكْرًا
 هُوَ الْمُسْكُ مَا كَرَزَتْهُ يَتَضَوُّعُ

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب الوار ساطعہ کی تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں۔ " اس زمانے میں جو ہر طرف پادریوں کا شور بازاروں میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دین کی مذمت کرتے ہیں، اور دوسری طرف آریہ لوگ جو خدا ان کو ہدایت کرے پادریوں کی طرح بلکہ ان سے زیادہ شور مچا رہے ہیں۔ ایسی محفل کا انعقاد ان شروط کے ساتھ جو میں نے اوپر ذکر کی ہیں اس وقت فرض کفایہ ہے۔ میں مسلمان بھائیوں کو بہ طور نصیحت کے کہتا ہوں ایسی محفل کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف سے جو تعصب سے کہتے ہیں ہرگز التفات نہ کریں۔"

اور حضرت حاجی صاحب اپنی مشہور تالیف فیصلہ مہفت مسئلہ میں ارقام فرماتے ہیں۔

" مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود شریف میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اٹھاتا ہوں۔"

استاد اور پیر توبہ ارشاد فرمائیں اور شاگرد و مرید اس کے

خلاف عمل کریں۔ کیا یہ محل استعجاب اور استغراب نہیں ہے۔ یقیناً جائے
صد تحمیر ہے۔ بَلْ دَانَتْهَا مِنْ اَنْجَبِ الْحُجَابِ، اور پھر میں
کہتا ہوں اگر آپ نے یہ روایت اعتراض کے طریقہ سے بیان فرمائی
تو آپ کا اعتراض یقیناً درست اور سبب ہے کیونکہ محقق استاد اور
کامل پیر کی مخالفت کوئی معمولی بات نہیں ہو سکتی جس سے صرف نظر
کر لیا جائے۔ یہ تو ایک بہت بڑی بات ہے اور یقیناً محل اعتراض
ہے۔ مع ہذا کلام میں کہتا ہوں کہ آپ نے یہ بات برسبل استعجاب
استغراب بیان فرمائی یا بطریق اعتراض حکایت کی۔ آپ نے یہی ضرور
لیکن سوال یہ ہے کہ آپ نے مولوی خلیل احمد صاحب کا ذکر کس
مناسبت سے کیا ہے۔ بلاوجہ تو کوئی بھی کسی کے متعلق کچھ نہیں کہتا
ہے اور پھر خاص کر آپ تو پس پشت کسی کا ذکر برائی کے ساتھ
نہیں فرماتے تھے۔ بزم حمشید والوں نے اصلی علت اور حقیقی سبب
کے بیان کرنے کو مناسب نہیں سمجھا۔ لیکن آپ کی بات کو بیان کرنا
ضروری جانا تا کہ اپنے عیوب کو پوشیدہ رکھتے ہوئے اور اپنی علمیت
اور قابلیت کا اظہار کرتے ہوئے آپ پر اعتراضات کر کے آپ کو
غیر محقق اور غیر کامل ثابت کر سکیں۔ فَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

بروایں دام بر مرغِ دگر نہ

کہ عنقا را بلند است آشیانہ

آپ کے اس بیان سے پہلے پیر سید گلاب شاہ نے میلاد شریف کے

مستحق براہین کی عبارت پڑھ کر سنائی تھی اور اس مناسبت سے آپ نے یہ بات فرمائی تھی، کیونکہ براہین بھی مولوی خلیل احمد صاحب کی تصنیف ہے اور یہ بات بھی ان ہی کی ہے۔ پھر اس کے بعد سید گلاب شاہ نے حفظ الایمان کی عبارت سنائی یہ ہے۔ اصل علت جس پر ہم ہمیشہ والے پردہ ڈال رہے ہیں۔

ان عبارت کو سن کر حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو از حد ملال ہوا، کہاں حضرت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف کی مبارک محفل اور کہاں جنم کھنڈیا کی قبیح تمثیل۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ اور کہاں جناب محبوب غلام الغیوب کا علم غیب چاہے وہ بعض علم غیب ہی کیوں نہ ہو چاہے وہ کسی خاص چیز کا علم کیوں نہ ہو چاہے وہ چیز عام فہم اور بدیہی کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمرو اور ہر صبی و مجنوں اور حیوانات و بہائم کا علم۔ عقل زحیرت بسوخت کہ ایں چہ بواجبی است۔ حضرت فرید الدین عطار کیا خوب ارشاد فرماتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خدا را در الہیت احد خواں
نبی را در عبودیت یکے داں
جو حق اندر خدائی فردا نا است
نبی در بندگی بے مثل و نہا است
یقین داں تا کہ شناسی خدا را
نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را

ان عبارات کو سن کر آپ کا رنجیدہ ہونا یقیناً از کمال ایمان ہے۔
تعجب ہے اس مسلمان پر جو اس قسم کی عبارات سن کر متاثر نہ ہو بلکہ
حقیقت تو یہ ہے۔ گر سنگ ازیں حدیث بنالہ عجیب مدار۔

براہین قاطعہ دالے آنا تو خیال کرتے کہ اکثر علمائے بارہ ماہ
مبارک ربیع النور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ تولد شریف
بتائی ہے۔ اور یہی قول عالم اسلام میں شرف و غربتاً شمالاً و جنوباً
براد و بجزاً صد ہا سال سے شہور ہو گیا ہے۔ بلکہ اس مبارک تاریخ کو
تمام عالم اسلام عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کرتا
ہے اور یہ بھی یقینی بات ہے کہ محفل میلاد شریف میں جناب حبیب
کبریٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے احوال شریفہ بیان کیے جاتے ہیں اور
آپ ہی کا ذکر شریف کیا جاتا ہے۔ ایسا ذکر شریف جس کو اللہ تعالیٰ
نے رفعت دی ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ، اس کا ارشاد ہے
اور یہ بھی معلوم ہے کہ آٹھ سو سال سے بڑے بڑے ائمہ اور عالی
قدر حفاظ اس مبارک کام کو افضل المنہوبات لکھتے چلے آئے ہیں
یہ وہ علمائے اعلام ہیں۔ جنہوں نے اسلام کی خدمت میں اپنی عمریں
صرف کی ہیں اور جن کی کتابیں تمام عالم اسلام کے لئے مشعلِ راہ
ہدایت بنی ہوئی ہیں۔ اگر براہین قاطعہ والوں کے نزدیک بعض
قیود اور اسباب کی بنا پر محفل مبارک منع کرنی درست نہیں تو وہ
ان قیود اور اسباب سے اپنے متبعین کو بوجہ حسن منع کریں لیکن

آنا خیال ضرور رکھیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب
ہو جانے کی وجہ سے اس مبارک محفل اور تاج اور مہینہ کو جو شرف اور
احترام حاصل ہوا ہے اس پر کسی قسم کا حرف نہ آئے
برزینے کہ نشان کف پائے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظر اں خواہد بود
چہ جائے کہ ایسی بری تشیل دی جائے جس کو سن کر اللہ کے بندوں
کے دل متاں ہوں۔ اگر دَلَّ الشُّبُورُ الدِّينَ يَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ آيَةً زِيرَ نَظَرٍ ہو تو یقیناً ایسی عبارات سے اجتناب
کیا جائے گا۔

سیرت کی کتابوں میں تحریر ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی
اپنی تفسیر درمنثور میں ابن ابی الدنیا۔ ابن عساکر اور ابن مردویہ
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب
ابو لہب کی لڑکی جن کا نام درہ تھا۔ ہجرت کر کے مدینہ منورہ
آئیں۔ بعض اشخاص نے ان سے کہا۔ تم تو اس شخص کی لڑکی ہو
جس کے باپ نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَبَّتْ يَدَا ابْنِ لَهَبٍ
درہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیفیت بیان کی۔ آپ کو
بڑا ملال ہوا آپ باپ شریف لائے اور خطبہ دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا
يَا أَيُّهَا النَّاسُ مَا لِي أَدْرِي نِي أَهْلِي فَوَاللَّهِ إِنَّ شَفَاعَتِي
لَتُنَالُ بِقَرَابَتِي (الحديث) یعنی اے لوگو میرے رشتہ داروں

کی وجہ سے کیوں مجھ کو تکلیف پہنچاتے ہو، اللہ کی قسم ہے میری شفاعت میرے ہی رشتہ اور قرابت کی بدولت پالی جائے گی انہی آپ کا امتی ہونا اور آپ کا نام لیوا ہونا یقیناً ایک رشتہ ہے اور اسی بہارک رشتہ کے طفیل آپ کی شفاعت نصیب ہوگی اور پھر جس کو آپ کے رشتہ نسبی بھی ہو تو اس کا کیا کہنا ہے

ہاں آپ کی شفاعت عظمیٰ سے یا نبی

امید ہے کہ حکم مجھے خلد کا ملے

علامہ سیوطی مسالک الخلفاء کے اخیر میں لکھتے ہیں کہ قاضی ابوبکر ابن العربی سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حکم ہے ایسے شخص کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباد اجداد کرام کے بائے میں کہتا ہو کہ وہ دوزخ میں ہیں۔ قاضی صاحب نے بجواب تحریر کیا۔ جو شخص یہ بات کہے وہ ملعون ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَیَکُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُولٰٓئِکَ اٰخِرَةُ۔ یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی ٹھکانا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ایذا رسائی ہو سکتی ہے کہ آپ کے والد کے بائے میں کہا جائے کہ وہ دوزخ میں ہیں انتہی۔ جائے فکر اور محل خیال ہے کہ کہنے والے نے یہ بات دل آزار غنا و یاد لازاری کی وجہ سے نہیں کہی ہے بلکہ ایک صحیح حدیث کی بنا پر کہی ہے جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور اس پر قاضی صاحب

جو کہ پانچویں صدی کے ائمہ اعلام میں سے ایک فرد ممتاز ہیں۔ اور
 دوسرے ائمہ کرام اس شخص کو ملعون قرار دیتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ
 کوئی بد بخت از روئے عناد یا ایذا رسانی یہ بات کہے تو کیسے جرم عظیم
 کا ارتکاب کر رہا ہے **بِجَانَا اللّٰهُ مِنْ كُلِّ سُوءٍ**، بیوٹی رسالہ تنزیہ
 الانبیار میں امام شافعی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ حدیث شریف کے
 اس حبد کو **لَوْ سَرَقَتْ فَاَطِمَةً لَقُطِعَتْ يَدُهَا** اس طرح روایت
 کیا کرتے تھے **لَوْ سَرَقَتْ فَلَانْتَهَ لِامْرَاةٍ شَرِيفَةٍ، لَقُطِعَتْ يَدُهَا**
 یعنی حدیث شریف میں بی بی ناطلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اسم مبارک
 ادباً اور احتراماً ذکر نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کے نام کی جگہ کہہ دیا کرتے
 تھے کہ ایک شریف عورت کا نام لیا اور یہ تو علماء کرام کا معمول ہی رہا
 ہے کہ وہ جب اس حدیث شریف کو پڑھتے ہیں تو بی بی صاحبہ
 کے اسم شریف کے بعد **أَعَاذَہَا اللّٰهُ** یا اس کے ہم معنی کوئی
 دوسری عبارت ضرور پڑھتے ہیں یہ ہے ائمہ کرام کا طریقہ اور یہ
 ہے نسبت مبارکہ کا احترام۔ تفسیر روح البیان میں سورہ عبس
 کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ منافقوں
 میں سے ایک شخص جو اپنی قوم کا امام ہے نماز میں بجز سورہ عبس کے
 کوئی سورت نہیں پڑھتا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو بھیج کر اس کو قتل
 کرا دیا آپ نے اس شخص کے لئے ہمیشہ سورہ عبس پڑھنے سے
 استدلال کیا کہ وہ قتل کئے جانے کا مستحق ہے الخ علائکہ ابن حجر

دوسرے ائمہ اعلام نے صراحتہ لکھا ہے کہ اس قسم کے صحیح اور ثابت
واقعات شریفہ کو عوام کے سامنے ہرگز بیان نہ کیا جائے جن کو سن کر
عوام کے دل میں آپ کی عظمت اور بزرگی میں کمی پیدا ہونے کا اندیشہ
ہو بلکہ ایسے واقعات بیان کئے جائیں جن کو سن کر آپ کی عظمت اور
احترام میں اضافہ ہو اور آپ کی محبت میں بڑھتی ہو، اس مہتمم بالشان
بیان کو علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے رسائل میں بہت خوبی
کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ آپ کے ذکر پاک
اور سیرت مبارکہ، حدیث شریف اور سنت طیبہ کا ادب اور احترام اسی
طرح پر کیا جائے جس طرح پر کہ آپ کا ادب اور احترام کرنا چاہیے اور لکھتے
ہیں کہ ہمارے سلف صالح اور گزشتے ہوئے ائمہ کا
یہی طریقہ رہا ہے۔ حضرت قاضی عیاض چھٹی صدی کے ائمہ
کبار میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ آپس کے اختلافات کی وجہ سے
جناب سرور کائنات علیہ السلام و افضل التحیات کے ذکر
شریف کی مبارک اور مجید محفل کو ایسی بڑی تشبیہ دی جائے
فَاللّٰهِ الْمُنْفَرِعُ وَالْبَيْتُ الْمُشْتَكِي وَالْأَحْوَلُ وَالْأَقْوَى إِلَّا بِهِ
حفظ الایمان کی عبارت براہین قاطعہ کی عبارت سے
تباحث اور تنازع میں بڑھی ہوئی ہے۔ یہ چار پانچ ورق کا
اردو رسالہ ۸ محرم ۱۳۱۹ھ ہجری کو مولوی اشرف علی صاحب نے
لکھا ہے وہ لکھتے ہیں۔

" آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید
صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب
ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا
تخصیص ہے ایہا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و محبوب بلکہ جمیع
حیوانات و بہائم کے لئے بھی حال ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی
ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیے
کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے "

اس رسالہ کے چھپتے ہی ہندوستان کے طول و عرض میں
عام طور پر مسلمانوں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ اللہ کے نیک بندے
متحیر تھے کہ مولوی صاحب نے کیا لکھا ہے۔ کہاں جناب محبوب خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف چاہے وہ علم شریف ایک بدیہی امر کا
کیوں نہ ہو اور کہاں زید و عمر و ہر صبی و محبوب اور حیوانات و بہائم
کا علم۔ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم حضرات صحابہ سے بالکل ظاہر چیز کے متعلق دریافت فرماتے
تھے کہ آیاتم جانتے ہو یہ کیا ہے اور وہ جواب میں عرض کرتے
تھے اللہ اور اس کا رسول ہی دانا ہے۔ آپ نے منیٰ میں دریافت
فرمایا اَتَدْرُوْنَ اَحْمَرَ یَوْمٍ هَذَا یعنی آیاتم جانتے ہو
یہ کون سا دن ہے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ و رسول اعلم
یعنی اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا

یہ وسطِ ایام تشریق ہے پھر آپ نے دریافت فرمایا هَلْ تَذَرُونَ
 اٰتٰی بَدَلٍ هٰذَا، کیا تم جانتے ہو یہ کونسی جگہ ہے۔ صحابہ نے
 عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا
 هٰذَا مَشْعَرُ الْحَرَامِ یعنی یہ مشعرِ حرام ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ
 علیہم اجمعین خوب جانتے تھے کہ آپ کا کھجنا اور دیکھنا کچھ اور ہی تھا
 کہ اَرَاكَ السُّيُوطِي فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ اِنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ هَلْ تَذَرُونَ مَا اَرٰى۔ (الحديث)

پہلی امتیں اپنے انبیاء علیہم السلام کو ہماری طرف التفات فرمائی
 کہ موقع پر رَاٰعِنَا سَمِعَكَ کہا کرتی تھیں چونکہ اس لفظ میں منقصدت
 کا پہلو بھی نکلتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو اس لفظ
 کے استعمال سے منع فرمادیا۔ وہ ارشاد فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
 اٰمَنُوْا لَا تَقُوْا رَاٰعِنَا وَقُوْا اَنْظُرُوْا، اور اللہ تعالیٰ، آپ کی
 تعظیم اور احترام کی تعلیم اس طرح فرماتا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
 لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهُ بِالْقَوْلِ
 كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا
 تَشْعُرُوْنَ یعنی اے ایمان والو پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو
 اور ان کے ساتھ زور سے بات نہ کرو جیسے کہ تم آپس میں ایک
 دوسرے سے بہ زور بولتے ہو۔ کہیں تمہاری کراہی محنت اکاثر
 نہ ہو جائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

قاضی ابو محمد بن منصور کا قول علامہ سیوطی نے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں اگر کسی شخص کا کوئی برا مقصد نہ ہو یعنی اس کا مقصد نہ حقارت ہو نہ مماثلت ہو۔ اور وہ کہہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشر تھے اور میں بھی بشر ہوں تو اس شخص کو قید کیا جائے اور اس کو خوب سزا دی جائے اور اگر عباداً باللہ کسی بری نیت اور مقصد سے یہ بات کہی ہے تو پھر اس کی سزا قتل ہی ہے۔ ذرا خیال کرنا چاہیے کہ آپ لفرمان رب العزت فرماتے ہیں اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یعنی میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں لیکن آپ کے کسی امتی کو سزاوار نہیں کہ وہ کہے کہ آپ بھی بشر تھے اور میں بھی بشر ہوں کیونکہ اس طرح کہنے میں مساوات کا پہلو نکلتا ہے اور چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

درود از حضرتش بر جانِ آں کس	کہ نامدشلی او اندر جہاں کس
دریں عالم ہر آں کو برتری یافت	ز خاکِ درگہ او سروری یافت
بہ معنی بد مقدم بر ہمہ کسی	اگرچہ صورتِ او آمد از پس
محمد در شریعت نام او داں	ولیکن در حقیقت احمدش خواں
بیفکن بیم احمد از طریقیت	کہ تاناش بدانی در حقیقت
خدا را در الہیت آحد خواں	نبی را در عبودیت یکے داں
چو حق اندر خدائی فرد و دانا است	نبی در بندگی بے مثل دہنا است

یقین دال تاکہ نشانی خدا را نہ دانی قدر و جاہ مصطفیٰ را
 اس رسالے کے چھپتے ہی مولوی صاحب پر اعتراضات شروع
 ہو گئے۔ اس موقع پر مناسب تھا کہ مولوی صاحب صحابہ کرام رضوان
 اللہ علیہم اجمعین کے جواب **اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ** پر نظر ڈالتے
 لَا تَقُولُوا رَاعَيْنَا فِي خِيَالِ كَرْتِے اَنْ تَحْبِطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ
 لَا تَشْعُرُونَ پر غور کرتے اور پھر حضرات ائمہ کبار کی تصریحات
 کو پڑھتے اور اس کے بعد اپنی عبارت پر صاف دل سے غور کرتے
 یقیناً ان پر خط ہر ہو جاتا کہ عبارت میں بڑا سقم ہے اور اس کا
 ازالہ واجب ہے۔ لیکن دس سال تک مولوی صاحب نے خاموشی
 اختیار کی اور ۱۳۲۹ھ کو مولوی مرتضیٰ حسن صاحب کے استفسار پر
 مولوی صاحب نے چار پانچ صفحہ کا رسالہ **كَيْفَ الْبَنَاءِ تَحْرِیر**
 کر دیا۔ اس رسالہ میں انھوں نے اپنی عبارت کی تشریح اور تاویل
 کی ہے حالانکہ یہ ایک امر بدیہی ہے کہ تشریح اور تاویل اسی وقت
 کی جاتی ہے جب کلام میں کوئی غموض یا ابہام ہو یا اس کے سمجھنے
 سے بیشتر افراد قاصر ہوں، مولوی صاحب کی تاویلات میں سے
 ایک تاویل یہ ہے کہ لفظ ایسا ہمیشہ تشبیہ کے لئے نہیں آتا
مُبْلَغًا رِ اٰہِلَ لِسَانِ اپنے محاورات فصیحہ میں بولتے ہیں کہ اللہ
 ایسا قادر ہے مثلاً الخ مولوی صاحب کو خیال کرنا چاہیے تھا
 کہ یہ رسالہ عوام کے لئے لکھا گیا ہے اس میں ایسی بلیغ عبارت

لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس کے سمجھنے میں عوام کیا خواص اور علماء تک
 قاصر رہے اور پھر لفظ ایسا تو لغوی بحث ہے اردو کی مستند
 کتابوں میں اس کو دیکھ لیا جائے صورت حال ظاہر ہو جائے گی۔
 کتابوں میں لکھا ہے کہ لفظ ایسا دو طرح پر استعمال ہوتا ہے۔ یا تو
 یہ لفظ صفت واقع ہوتا ہے اور اس صورت میں اس کے معنی
 مماثل، مساوی اور اس قسم کا، کے ہوتے ہیں، مثلاً یہ خط تم نے
 لکھا ایسا خط تو سچہ بھی لکھ لے۔ یہ کام تم نے کیا کیا ایسا کام تو کوئی
 ہوش مند نہ کرے اور یا یہ لفظ تابع فعل واقع ہوتا ہے اور اس
 صورت میں اس کے معنی اس قدر، اتنا عمدہ کے ہوتے ہیں مثلاً تم
 نے ایسا خط لکھا کہ دل خوش ہو گیا۔ ایسی بات کہی کہ دل میں بیٹھ گئی
 ایسا پڑھا کہ یاد ہو گیا۔ مولوی صاحب کی عبارت میں لفظ ایسا
 صفت واقع ہو رہا ہے اور یہ عبارت کہ حضور ہی کی کیا تخصیص
 ہے معاملہ کو واضح کر رہی ہے۔ مولوی صاحب نے اس سالہ
 میں اپنی دس سالہ خاموشی کی وجہ اس طرح بیان کی ہے کہ کسی نے
 بھلے مانسوں کی طرح پوچھا ہی نہ تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب علت
 بیان کی ہے، مسئلہ کی نزاکت کا خیال نہیں عوام کے ایمان برباد
 ہونے کا احساس نہیں اور سبھلے مانسوں اور بُرے مانسوں کے
 لکھنے کا اثر کیا جا رہا ہے۔ آخر ایسی عبارت لکھی ہی کیوں جس سے
 مسلمانوں کے دل متاثر ہوئے۔ کنوز الحقائق میں حدیث ہے اِنْفِقُوا

مَوَاضِحِ التَّهْمِ - لہذا خود ہی اپنی سہو کا تدارک کرنا چاہیے
تھا تا کہ نہ عوام کے گمراہ ہونے کا کھٹکا رہتا اور نہ کوئی بدگمانی
کرتا۔

مولوی صاحب نے اس دوسرے رسالہ کو حفظ الایمان کے
ساتھ چھپوا دیا۔ اس رسالہ کو دیکھ کر اللہ کے نیک بندوں کو مزید افسوس
ہوا۔ ان کو کہتے سنا گیا۔ عذر گناہ بدتر از گناہ۔ پیرٹن سے
مولوی صاحب پر اعتراضات ہوتے رہے۔ تیرہ سال اس حالت پر
گزے۔ آخر مجبور ہو کر مولوی صاحب کے بعض مریدوں نے حیدرآباد
دکن سے صفر ۱۲۲۲ھ کو ایک خط مولوی صاحب کو ارسال کیا، اس
میں لکھتے ہیں (۱) ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ
کو علوم مجاہدین و ہکام سے تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں
سخت سوراہی کو شر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے
(۲) جس میں مخلصین حایین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں
سخت دشواری ہوتی ہے۔ (۳) وہ عبارت آسمانی اور الہامی
عبارت نہیں کہ جس کی مصدرہ صورت اور سمیت عبارت کا بحالہ
و بالفاظہ باقی رکھنا ضروری ہو (۴) یہ سب جانتے ہیں کہ جناب
والا کسی دباؤ سے متاثر ہونے والے نہیں اور نہ کسی سے کوئی طمع
جاہ و مال جناب کو مطلوب ہے بجز اس کے کہ عام طور پر جناب
کی کمال بے نفسی کا اعتراف ہو اور حکیم الامہ کی نشان سے جو توقع

تھی وہ پوری ہو سکے گی (الخ) اس خط کے بعد مولوی صاحب نے
 ۸ صفر ۱۲۴۲ھ کو ایک رسالہ تغیر العنوان فی بعض عبارات حفظ الایمان
 تالیف کیا۔ یعنی حفظ الایمان کی تالیف کے ۲۳ سال بعد اور میرٹھ
 کے واقعہ اور بسط البنان کی تالیف کے ۱۳ سال بعد اور قبلہ عالم
 حضرت ہیدی الوالد رحمہ اللہ کے انتقال کے ایک سال بعد مولوی
 صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت بدلی۔ مولوی صاحب
 تغیر العنوان میں لکھتے ہیں (جزاکم اللہ تعالیٰ بہت اچھی دے دی ہے
 چونکہ اس کے قبل کسی نے واقعی بنائیں ظاہر کی اس لئے ترمیم
 کو دلالت علی خلاف المقصود کے اقرار کے لئے مستلزم سمجھا اور اقرار
 بالکفر کفر ہے اس لئے ترمیم کو ضروری تو کیا جائز بھی نہیں سمجھا
 اب سوال ہذا میں جو بنار بیان کی گئی ہے ایک امر واقعی ہے لہذا
 قبلاً للمشورۃ اس کو لفظ "اگر" کے بعد سے عالم الغیب کہا جاوے
 تک اسی طرح بدلت ہوں۔ اب حفظ الایمان کی اس عبارت کو جو
 کہ اس سوال کے بالکل شروع ہی میں مذکور ہے اس طرح پڑھا
 جائے۔

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی
 حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ الخ۔
 رسالہ بسط البنان لکھ کر عبارت کے سقم کو مولوی صاحب نے

در پرزہ تسلیم کیا تھا اور رسالہ تغیر العنوان لکھ کر اس قسم کو قدرے
 صریح تسلیم کر لیا اور آیت شریفہ لَا تَقُولُوا دَاعِنَا۔ اور
 اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ کے
 پیش نظر اس قسم کی عبارت کا لکھنا قطعاً ناجائز ہے ہاں اگر سہواً
 کوئی اس قسم کا کام کرے اور آگاہ ہونے پر اس کی اصلاح کرے
 تو اس پر کوئی ملامت نہیں ہے کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے
 التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ، کما رواہ ابن
 ماجہ وغیرہ واورده السيوطي في الحاشية مع الصغير، والله ولي التوفيق۔

جگائے فکر۔ مولوی صاحب نے ۳۲۲ھ ہجری
 کو حفظ الایمان کی عبارت بدلی، وہ خود لکھتے ہیں کہ اس عبارت
 کو اس طرح بدلتا ہوں اور اس کو اس طرح پڑھا جائے۔ لیکن
 براہو اس تعصب کا کہ ان کے بعض بھی خواہ اور طرفدار اب تک
 حفظ الایمان کو اسی بدنام عبارت کے ساتھ چھپوا رہے ہیں۔
 براہین قاطعہ، حفظ الایمان اور اس قسم کے دوسرے رسائل میں
 جو بے باکانہ اور شہجندہ عبارتیں طبع ہوئیں اس نے جوانوں اور
 بے علموں کے احساسِ ادب پر پورا اثر کیا۔ ان کے دلوں سے
 جذبہ احترام نکال دیا۔ لہذا ان کے نزدیک عبارت بدلنے کا
 سوال ہی بے کار ہے۔ ایسے داعطانِ فوجاستہ اگر اپنے وعظ
 میں ادلیائے حق اور اکابر امت محمدیہ علیٰ صاجہا ألف ألف

صَلَاةٌ وَنَحْيَةٍ۔ کا جتنا بھی استخفاف کریں کم ہے۔ میں نے اپنے
کانوں سے بعض نوجوان واعظوں کے ایسے کلمات سنے ہیں
کہ تَرْتَعِدُ مِنْهَا الْفَرَائِصُ وَتَقْشَعُ مِنْهَا الْجُلُودُ فَيَا
اللَّهُ الْمَضْرَعُ وَإِلَيْهِ الْمُسْتَكِي وَالْأَحُولُ وَالْأَقْوَةُ إِلَيْهِ
نمبر ۸ لکھا ہے۔ اس سے پتھر وہ بڑی بڑی ہستیوں کا
ذکر حقارت سے کر چکے تھے۔ الخ

بصیرہ حضرت سیدی الوالد پر یہ صریح اتہام ہے۔ اللہ کے
نیک بندوں اور بزرگانِ دین کا جو ادب اور احترام آپ کرتے تھے
اس کا تعلق دیکھنے سے تھا اس عجبالہ میں اس کا کیا ذکر کروں آپ کے
احوال شریفہ لکھ رہا ہوں وہاں اس کا بیان ہوگا۔

نمبر ۹ لکھا ہے۔ مثلاً مولوی قاسم اور ظلال نلال میرے یہاں خانقاہ
شریف میں برہنہ پا حاضر ہوتے تھے۔ الخ

بصیرہ آپ نے اس طرح پر ارشاد فرمایا تھا: "مولوی قاسم
صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب نے حضرت شاہ عبد الغنی
سے خانقاہ شریف میں حدیث شریف پڑھی ہے یہ دونوں اپنے
استاد ادران کے جائے قیام کا اتنا ادب کرتے تھے کہ کبھی خانقاہ
شریف میں جوتی پہن کر داخل نہیں ہوئے ہمیشہ دروازہ سے باہر
جوتی اتار کر بہ ادب داخل ہوتے تھے الخ آپ نے صرف ان دو
صاحبان کے متعلق یہ فرمایا۔ آپ نے دونوں کے نام لئے لیکن

آپ نے نہ فلاں فلاں کہا اور نہ آپ نے میرے یہاں فرمایا۔ یہ سب
از قسم اصنافِ بندہ ہے۔ فلا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

مولوی حافظ احمد صاحب کی وجہ سے ان کے پدرِ بزرگوار
کا ذکر آیا۔ آپ نے جس خوبی اور محبت کے پیرایہ میں مولوی صاحب
کی تعریف فرمائی وہ میں اصل واقعہ میں لکھ چکا ہوں۔ افسوس ہے
آپ کی محبت اور تعریف کو عداوت اور تحقیر پر لایسباب لایعلمہا
الا اللہ حمل کیا جا رہا ہے۔ سچ ہے محاسن قوم مساوی عند
آخرین میں دو واقعات لکھتا ہوں تاکہ ناظرین خود اندازہ لگا لیں کہ
آپ کا بیان تعریف کا سبب بنتا ہے یا تحقیر کا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے سبھائی کے پوتے
مولوی عبدالسلام صاحب اکثر آپ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر
ہوا کرتے تھے۔ استادِ زادگی کی وجہ سے آپ ان کا خیال فرماتے
تھے۔ ایک دن آپ مصروفِ حلقہ و توجہ تھے۔ اس وقت مولوی
صاحب آئے آپ نے ان کو اپنے پاس مندر پر بٹھایا پھر بحیثیت
ان کے پاؤں دبانے لگے پھر مخلصین کو مخاطب ہو کر ارشاد کیا
اگر حضرت شاہ عبدالعزیز مہرتے تو قدر کرتے کہ یہ بھی کوئی ہمارا شاگرد
ہے۔ اس دن آپ کے پاس جو کچھ تحفہ اور ہدیہ آیا وہ آپ نے
مولوی صاحب کو پیش کیا۔ آپ نے علمِ دین کی عزت کرتے ہوئے
اپنے آباؤ اجداد کے استادِ زادہ کی عزت کی آپ کے پیشِ نظر

کوئی دنیوی مقصد نہ تھا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود تھی۔ لَمَثَلُ هَذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ۔

۱۳۲۶ھ ہجری کو میرا میرٹھ جانا ہوا۔ وہاں صدر کی جامع مسجد سے جب باہر نکلا تو میں نے ایک جماعت کو اپنے سے پانچ سات گز کے فاصلہ پر جاتا دیکھا۔ اس جماعت میں سے ایک شخص نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور پھر یہ جماعت گلی میں ایک طرف ہو کر کھڑی ہو گئی میں نے اس وقت اس جماعت میں ایک مرد نحیف سفید ریش کو دیکھا جو سیاہ جبہ پہنے ہوئے تھے۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو وہ محبت طے اور پھر مجھ سے آگے بڑھ جانے کو کہا چنانچہ میں آگے بڑھ گیا اور بعد میں مجھ کو اپنے رفیقار سے معلوم ہوا کہ یہ صاحب جناب مولوی خلیل احمد صاحب تھے۔ مولوی صاحب نے حضرت شاہ عبدالغنی سے حدیث شریف پڑھی تھی۔ انھوں نے اپنے استاد کی وجہ سے یہ طریقہ احترام میرے ساتھ مرعی رکھا یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ان کے برادر زارہ کا پوتا ہے۔ فَجَزَاهُ اللَّهُ بِسَيِّئَاتِهِ خَيْرَ الْجَزَاءِ فَاسْتَبْرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

مکبرہ۔ لکھا ہے۔ اب جب مولانا خلیل احمد صاحب کی نسبت اس طرح کہا تو مجھ کو بہت ناگوار ہوا۔ الخ

بصیرہ جائے فکر ہے کہ بڑی بڑی ہستیوں کی تحقیر و خاموشی اختیار کی گئی۔ حالانکہ بڑی بڑی ہستیاں یا تو پیر اور استاد ہیں

یا بمنزلہ پیر اور استاد کے ہیں اور ایسے افراد کی تحقیر کوئی برداشت نہیں کر سکتا
 کیونکہ یہ لوگ آبا و معنوی ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب برادر طریقت
 تھے اور بھائی کے متعلق خاموشی اختیار کرنی نسبتاً آسان ہے۔ بزم
 جمشید والوں نے قضیہ برعکس کر دیا ہے۔ ہاہم کو غیر اہم اور غیر اہم
 کو اہم قرار دینا یقیناً کسی سبب سے ہے۔ کچھ تو ہے جس کی
 پردہ داری ہے۔

بزم جمشید والوں نے اگرچہ واقعہ کو بہت بگاڑ کر لکھا ہے
 لیکن ان سے ایسی خامیاں رہ گئی ہیں جو ان کی محنت کو بے کار
 کر رہی ہیں۔ مثلاً خود ہی دونوں بھائیوں کے دوڑ کر جانے کا بیان کیا
 جا رہا ہے اور پھر خود ہی تکلف اور آرام کرسی کا قصہ چھیڑ رہے ہیں
 حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ نے نہ تو بڑی ہستیوں کی تحقیر کی تھی
 اور نہ چھوٹی ہستیوں کی۔ آپ نے تو براہین قاطعہ کی دلآزار عبارت
 سنی، آپ کو رنج ہوا، پھر حفظ الایمان کی سہجی عبارت سنی، جس
 کو تیرہ سال کے بعد مجبور ہو کر خود مولوی صاحب نے بدلا اور اس سلسلہ
 میں آپ نے جو حق بات تھی اس کا اظہار فرمایا۔ وَالْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ
 يُقَالَ یہ ہے اصل حقیقت جس پر پردہ ڈالا جا رہا ہے۔

جنگ ہفتاد و دولت ہمہ را عذر بنہ
 چوں ندیدند حقیقت را افسانہ زدند

نمبر ۱۱ لکھا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی الخ

بصیرہ۔ آپ نے یہ روایت مولوی شمس الدین صاحب سے سنی تھی وہ صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ غدر ۱۹۴۷ء میلادی کے بعد غری پاکستان چلے گئے۔ در سال ہوئے عازم ملک بقا ہوئے۔ رحمہ اللہ نمبر ۱۲۔ لکھا ہے اس کا راوی کون ہے؟ الخ

بصیرہ اس کے راوی دو نفر تھے ایک مولوی شمس الدین صاحب اور دوسرے حافظ اشفاق الہی صاحب جو صدر بازار میرٹھ میں رہتے تھے۔ یکم مارچ ۱۹۴۷ء میلادی کو دہلی میں ان کا انتقال ہوا یہ دونوں صاحبان اس شخص سے واقف تھے جن کو میلاد شریف کرنے اور اس کے حامی ہونے کی وجہ سے مولوی فلیل احمد صاحب نے بیعت نہیں کیا تھا نمبر ۱۳ لکھا ہے وہاں ایک اور مولوی صاحب تھے۔ الخ

بصیرہ یہی صاحب مولوی شمس الدین صاحب تھے جنہوں نے آپ سے واقعہ بیان کیا تھا۔

نمبر ۱۴ لکھا ہے ان کے پاس کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے۔ الخ

بصیرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی اس طرح پر مدد فرماتا ہے کہ کسی کو خیال بھی نہیں آسکتا۔ ذرا خیال فرمائیں جن مولوی صاحب نے آپ سے واقعہ بیان کیا تھا وہ خود اس موقع پر موجود تھے اور دوسرے راوی حافظ اشفاق الہی صاحب بھی موجود تھے آپ نے صرف اے بھائی

جواب دو۔ فرما کر جواب باصواب بھی دے دیا اور شہادت درست اور قوی اور مقبول بھی پیش کر دی۔ ذلک فضل اللہ یؤتہ من یشاء ایسی روایت صحیحہ اور ثابتہ کا ابطال صرف باتیں بنالینے سے نہیں کیا جاسکتا بزم حمشید والے اگر فی الواقع حقیقت کو معلوم کرنا چاہتے تو وہ صدر میرٹھ میں خود اس شخص سے کیفیت معلوم کر سکتے تھے جس کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا تھا اور جس کو مولوی خلیل احمد صاحب نے اپنے طریقہ شریفیہ میں بیعت نہیں کیا تھا۔ کیونکہ وہ شخص اس وقت تک زندہ سلامت موجود تھا بلکہ بزم حمشید والے خود مولوی خلیل احمد صاحب کے اس بات کو دریافت کر سکتے تھے لیکن بزم حمشید والوں کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ ان کا مقصد تو حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کی روایت کا ابطال اور استخفاف تھا اور اپنی علمیت کی شان دکھانی مطلوب تھی۔

آتش آں نیست کہ بر شعلہ او خند و شمع
آتش آں است کہ در خرمن پروانہ زند
نمبر ۵ لکھا ہے۔ مولانا دہلوی کوٹھی پر نماز عشاء کی تیاری کرنے لگے الخ
بصرہ :- آپ اکثر عشاء کی نماز وہاں کوٹھی پر ادا فرماتے تھے جعلت
لی الارض مسجداً پر عمل تھا۔ اس رات کوئی خاص بات نہیں
تھی البتہ اس رات کی نماز سلسلہ کلام کو منقطع کرنے کے لئے اچھا
ذریعہ ثابت ہوئی ورنہ کیا معلوم سید گلاب شاہ اور کیا کچھ اپنے مختصر

رسالے سے پڑھ کر سنا تے۔

نمبر ۱۶ لکھا ہے۔ اس وقت میرے ساتھ (جناب شمس العلماء)
حافظ احمد صاحب (ابن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ)
بھی وہاں تشریف رکھتے تھے وہ بھی شرکت جماعت کے لئے تیار ہو گئے تھے
بصیرہ شہر مغولہ ہے۔ آں را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ پاک
حافظ صاحب کا معاملہ بالکل صاف اور پاک تھا، وہ اپنے پدر بزرگوار کے
طریقہ پر قائم تھے انہوں نے کبھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
علم شریف یا خیال شریف یا ذکر شریف یا محفل میلاد شریف کے متعلق
کوئی بیع تشبیہ نہیں دی تھی اور نہ کوئی دل آزار لفظ زبان سے نکالا
تھا اور نہ قلم سے تحریر کیا تھا لہذا وہ اس موقع پر کیوں پریشان
ہوتے اور دل کی تحریرات سے ان کو کیا واسطہ لا تیز وازر کا و زور
اُخڑی۔ یہی سبب تھا کہ وہ جماعت میں شریک ہونے کے لئے تیار
ہو گئے حافظ صاحب کا جماعت میں شرکت کے لئے تیار ہونا صاف
بتا رہا ہے کہ بڑی بڑی سستیوں کی تحقیر اور خاص کر مولانا قاسم صاحب
کی تحقیر کی کہانی قطعاً بے بنیاد ہے۔ اگر اس قسم کی ذرا سی بھی کوئی
بات ہوتی تو حافظ صاحب کو یقیناً بڑا رنج و ملال ہوتا اور اس حالت
میں اگر مولوی اشرف علی جہانما میں شرکت کے لئے تیار ہو جاتے، تو
حافظ صاحب ان کو رد کرتے چہ جائے کہ وہ خود جماعت میں شرکت
کے لئے تیار ہوتے، اپنے والد کی تحقیر کو اور سمجھ ایسے ذی علم اور

جلیل القدر والد کی تحقیر کو کوئی نہیں برداشت کرتا

حافظ صاحب کی آپ سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ حافظ صاحب نے خوب اچھی طرح دیکھ لیا کہ آپ کو صرف سہجی عبارت کا رنج ہوا ہے۔ اور اسی کو آپ نے برا سمجھا ہے، یوں آپ ہر دو صاحبان سے بہ محبت ملے اور بہ طریق مروت پیش آئے۔ نفسانیت کا ذرہ بھر شائبہ نہ تھا، اس لئے حافظ صاحب اس ملاقات سے نہ صرف محفوظ اور سرور ہی ہوئے بلکہ وہ آپ کی محبت لے کر وہاں سے مرخص ہوئے اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس واقعہ کے چند ماہ بعد مدرسہ دارالعلوم دیوبند میں کوئی جلد منعقد ہوا۔ حافظ صاحب نے بہ حیثیت مدرسہ کے ہتتم ہونے کے آپ کو دعوتی خط ارسال کیا۔ آپ نے ان کو اس طرح پر جواب دیا۔ تحریر فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میاں محمد احمد کو بعد سلام علیک کے واضح ہو تم نے دو پرچہ مطبوع لفافہ میں بند کر کے بھیجے تھے وہ ہم کو پہنچے تھے تمہاری سعادت مندی اور نیکی ہے مگر ہمارے مزاج سے اور حال سے تم واقف نہیں ہو اگر واقف ہوتے تو شاید ہم کو دعوت نہ دیتے۔ ہم بہ درجہ ضعیف کے مجمع میں شریک نہیں ہو سکتے اور نہ ہماری عادت ہے ہم کو معذور رکھو علم دین سیکھنا سکھانا ہمارا ایمان ہے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا طریقہ ہم کو پسند ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ فَیَنْصُرْکُمْ

وَيُثَبِّتُ أَقْدَامَكُمْ - وَالسَّلَامُ

مسرہ لکھا ہے۔ خدا کی قدرت دیکھئے یہ معلوم ہوا کہ مولانا ابوالخیر صاحب نے مصلے پر جاتے ہی فرمایا کہ میری جماعت والوں کے سوئی جو اور لوگ ہیں وہ علیہ ہو جائیں یہ سن کر میں نے اس وقت حانظ صاحب سے کہا کہ دیکھئے ایسے ہی احتمالات سے میں نے آپ کو رد کا تھا۔ اگر آپ جاتے تو یہی الفاظ آپ کو بھی سننا پڑتے۔ الخ

بصیرہ جناب من، آپ نے خداوند کریم جل شانہ دُغم احسانہ کی یہ قدرت کیسے دیکھ لی۔ آپ تو نماز شروع ہونے سے پانچ سات منٹ پہلے تشریف لے گئے تھے آپ نے اپنے کان سے یقیناً یہ بات نہیں سنی ہے۔ ضرور کسی راوی نے یہ بات کہی ہے اور اس نے بلا شک و شبہ حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کے الفاظ کو بدلا ہے آپ کے الفاظ یہ تھے "ہماری نماز کوئی خراب نہ کرے" میری جماعت کا لفظ آپ نے قطعاً استعمال نہیں کیا۔ جماعت نبی اور تفرقہ اندازی سے آپ بالکل الگ تھے ہر منبہ تقی سے آپ کو محبت تھی اور وہی آپ کی جماعت تھی چاہے آپ سے بیعت ہو چاہے نہ ہو چاہے آپ سے واقف ہو چاہے نہ ہو، محفل مبارک میلاد شریف میں شریک ہوتا ہو چاہے نہ ہوتا ہو، آپ نے سا لہا سال جناب مولانا مولوی عبدالعسی صاحب تلمیذ رشید جناب مولانا قاسم صاحب کے مدرسہ میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ اور

نماز کے بعد گھنٹوں مولوی صاحب اور ان کے نائب جناب مولانا
 مولوی محمد شفیع صاحب اور دیگر افراد سے مصروف کلام رہتے تھے
 بلکہ آپ کے پاس بعض افراد آتے تھے جو مولانا رشید احمد صاحب
 اور مولانا خلیل احمد صاحب سے بیعت تھے۔ وہ گھنٹوں آپ کے
 پاس بیٹھتے تھے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے
 کبھی کسی کو اس بنا پر جماعت میں شریک ہونے سے نہیں روکا کہ وہ
 آپ سے بیعت نہ تھا۔ جس کا بھی دل صاف ہوا اس نے بغیر کسی
 کھٹکے کے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور سرور ہوا ہاں جس کے دل
 میں ذرا سا بھی کھوٹ ہوتا تھا یا کسی قسم کی پریشانی اس میں ہوتی تھی
 وہ آپ کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہو سکتا تھا چاہے وہ آپ سے
 بیعت ہی کیوں نہ ہو وہاں تو صرف صفائی قلب کا معاملہ تھا۔ جماعت
 بندی سے کیا واسطہ۔ مسلمانوں پر جہاں کہیں کوئی افتاد پڑتی تھی
 آپ بے چین ہو جاتے تھے۔ جنگ بلقان، جنگ طرابلس اور عرب عجمی
 کے دوران میں جو کیفیت آپ کی تھی اس کا کیا ذکر کروں ہر نماز میں
 آپ نصرت اسلام کے لئے قنوت پڑھتے تھے۔ جس وقت انور پاشا
 کی شہادت کی خبر آپ کو ملی اور ایک اخبار نے انور پاشا کا فوٹو شائع
 کیا وہ اخبار اتفاق سے آپ کی نظر سے گزرا آپ زار و قطار رونے
 لگے اور انور پاشا اور مسلمانوں کے لئے دعائے خیر فرماتے رہے تقریباً
 آدھ گھنٹہ یہ کیفیت آپ پر طاری رہی۔ رحمتہ اللہ علیہا۔

اور آپ نے یہ بھی نہیں فرمایا۔ جو اور لوگ ہوں وہ علیحدہ ہو جائیں
 آپ نے مولانا خلیل احمد صاحب کا ایک صحیح واقعہ بیان فرمایا، اس کے
 متعلق تو بزم جمشید والے لکھ رہے ہیں کہ یہ روایت آپ نے کس سے سنی
 اس کا راوی کون ہے اور سچا استخفافا کہا جا رہا ہے۔ ان کے پاس
 کیا جواب تھا جو دیتے یا کیا شہادت تھی جو پیش کرتے اور سچ کہا جا رہا
 ہے کہ یہ آپ کے راویوں کی حالت ہے اور اب خود بزم جمشید والے
 ایک سنی ہوئی بات کو جو کہ یقیناً غلط ہے مجہول طریقہ پر بیان کر رہے ہیں
 نہ یہ بتاتے ہیں کہ ان سے یہ غلط بات کس نے کہی اور نہ راوی کی حالت
 بیان کرتے ہیں۔ نہ اب جرح سے کچھ بحث ہے۔ نہ تعدیل سے سروکار
 یہ ہے قدرت پروردگار، اور اس کو کہتے ہیں چاہ کن را چاہ در پیش۔
 جناب شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی نے اپنے پیر مرشد حضرت
 شیخ شہاب الدین بہروردی رحمۃ اللہ علیہما کے ایک نپسودمند کو نظم فرمایا
 ہے وہ کہتے ہیں۔

ملا پیر دانا سے روشن شہاب در اندر زفسر مود بر دے آب
 بچے آنکو بغیر بد میں مباحش در دم آنکو بز خویش خود میں مباحش
 اگر آپ کو مولوی صاحب یا حافظ صاحب کی نماز میں شرکت ناپسند ہوتی
 یا آپ کا مقصود ان کا رخصت کرنا ہوتا تو نسا سے فارغ ہو کر آپ
 ان دونوں صاحبان کے متعلق کیوں دریافت فرماتے آپ کو تو ان دونوں
 صاحبان کے جانے کا علم بھی اس وقت ہوا جب شیخ وحید الدین صاحب

نے عرض کیا کہ یہ دونوں صاحبان تشریف لے گئے۔

نمبر ۱۸۔ لکھا ہے۔ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی الخ
بصیرہ۔ اب تک جو کچھ لکھا گیا تھا وہ بمنزلہ تمہید اور توطئہ کے تھا
حرف مدعا تو اب زباں پر آیا ہے۔ اسی مقصد کے لئے روایات مضبوط
کو بیان کیا گیا اور اسی مدعا کے لئے واقعہ کو غلط طریقہ پر ذکر کیا گیا۔
میرے پیش نظر تو حضرت جہاں کا وہ حکیمانہ مقولہ ہے جو دریا چہ میں
لکھ چکا ہوں۔ جب کبھی اس قسم کی بات سنتا ہوں یا ایسی عبارت پڑھتا
ہوں تو فوراً ان کا زرین حکیمانہ قول یاد آ جاتا ہے اور دل سے حضرت
قائل رحمہ اللہ کی فراست کا معترف ہو جاتا ہوں۔

آپ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العلیہ کے طرفتہ
شرفیہ پر کار فرما تھے جن کے باسے میں حضرت جہاں رحمہ اللہ ارشاد
کرتے ہیں۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ بربند از رہ نہاں بہ حرم قافلہ را
ما قصے گر کند این سلسلہ را طعن قصو حاشا لشہ کہ بر آرم بہ زباں این گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند دروہ از حیلہ چال بگسلد این سلسلہ را
آپ کے متعلق میں کیا بیان کروں کہ وہ کیا تھے اور آپ کے کمالات
اور اوصاف کے باسے میں کیا تحریر کروں کہ وہ کیسے تھے۔

نہ حنش آخرے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد نہ مستقی دریا بچپناں باقی

میں آتا جاتا ہوں کہ آپ اس حدیث شریف کے آتم مصداق تھے خیار
 کما الذین اذاروا ذکر اللہ، کہا رواہ ابن ماجہ۔ آپ کی ذات
 گرامی آپ کے کمال عالی پر دلیل تھی، آفتاب آمد دلیلِ آفتاب والا
 مضمون تھا۔ مولوی اختر شاہ خاں صاحب امر دہوی ساکن صدر
 بازار میرٹھ اگرچہ آپ سے بیعت نہ تھے لیکن دل و جان سے آپ کے
 مقتدا و رداح تھے وہ ۱۳۲۶ھ کو اپنے قصیدہ مدحیہ میں کہتے ہیں
 مرحبا اے مظهرِ ذاتِ خدائے لایزال
 مرحبا اے غیرتِ خورشیدِ عالمِ تابِ دہر
 مرحبا اے مایہِ صد گونہ فخرِ اولیا
 ہر زمانِ اہلِ زمین اندازِ درونتِ تقبیس
 انتہا یہ صاحبِ الفقرِ خیرِ گشت
 تو ابوالخیری و محمودی و مسعودِ ازل
 ہمتِ مستغرقِ بحرِ رضا ماندِ دامن
 کے خسانِ دہرِ راگنی کشتے در طلبِ تو
 دیوِ ریا یلینی گنتِ شرابِا و در دشت
 نشانِ غمقارچہ داند خچرِ دولِ مادر شد
 کو رباطنِ ارنیاد در حضورتِ گویا
 در حضورتِ طبیبانِ مرگ ہم پاشد حیا
 مختصر گویم کہ تو اتم صفاتِ حصر کرد
 دیکھ در وصفِ زبانِ عقلِ اولِ گشتِ لال
 کز ضیارتِ درمے آمدنِ کاملِ ہلال
 کز فیضِ صحبتِ تو جامِ جمِ گردِ دیرِ فال
 می سزد گر گویم آں را آفتابِ بے زوال
 بس کہ کردی دولتِ دنیائے دولِ پائمال
 خیریتِ از ذاتِ تو یابد چگونه انفصال
 کے بدامانش نشیند از جہاں گردِ دلال
 کاش عشقِ خدا دارد در دس اشتعال
 بس کہ از دستِ تومی یابد دامِ گوشمال
 ناقصے در نشانِ والا تو کرد اقیلِ دقال
 بشیرِ خورشیدِ را ہرگز نمی خواہد دصال
 زندگی باشد گردِ غیبتِ جاں را وبال
 باجمالی باجملالی باکمالی خوش خصال

جویدار کورے زن ادھاپاکت دلیل گویش خود شمس آمد بر خود شمس دال
 آپ کے قدر شناس آپ کے والد ماجد پیر و مرشد حضرت شاہ محمد عمر اور
 آپ کے اساتذہ کرام حضرت شاہ عبدالغنی حضرت شاہ محمد منظر حضرت
 مولانا حبیب الرحمن ردو لوی مہاجر حضرت مولانا رحمت اللہ مہاجر
 تھے۔ آپ کے قدر دال حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر اور مولانا عبدالحمق
 مہاجر شیخ الدلائل تھے۔ آپ کے گردیدہ مولانا مشتاق احمد انبٹھوی مولانا
 مولوی عبدالعسی وغیرہ مہا تھے کتنے ہی اللہ کے نیک بندے دیکھے
 گئے جو خود صاحب ارشاد اور مقتدائے روزگار تھے آپ کے سامنے
 زانوئے ادب تہ کر کے بیٹھتے تھے کتنے ہی اللہ کے نیک بندوں کو دیکھا
 گیا جو آپ کی درگاہ ارشاد پناہ پر حالت وجد اور بیقراری میں شعر
 بہ آواز بلند پڑھتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

من کیستم کہ با تو دم دوستی ز غم
 چندیں سگانِ کورے تو نیک بخت ترین منم

اور کسی کو گریہ و زاری کی حالت میں پڑھتے سنا۔

بردت اے شاہ شاہاں آدم مصطر و خاطر پریشاں آدم
 ہمرہ صد یاس و حرماں آدم بانہاراں شوق دارماں آدم
 مفلسانیم آمدہ در کورے تو

شیالہ از جہاں روئے تو

اور کسی کو بیقراری کی حالت میں کہتے سنا۔

گر تو خواہی تماشوی بدرِ نسیر خاک شود در زیرِ پائےِ ایں فقیر
 عرقہ الوثقیٰ ز کانِ معنوی بحرِ معنی بادشاہِ دہلوی
 یہ عاجز آپ کے احوالِ شریفہ کو جمع کر کے کتاب کی صورت
 میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ عن قریب
 یہ کتاب فیضِ انتساب مرتب ہونے والی ہے لہٰذا جس کو آپ کے
 احوال معلوم کرنے کی خواہش ہو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے۔ افسوس
 صد افسوس ایسے بیکت نے روزِ گلِ دلی حضرت پروردگار کے بائے میں
 کہا جا رہا ہے کہ یہ محقق اور کامل نہ ہونے کی علامت تھی۔

حَسَدٌ طَالَ الْفَتَىٰ إِذْ لَمَّ يَأْوَ سَعِيَةً فَالْكُلُّ اِعْدَاءُ لَهُ دُخْصُومٌ
 كَضَرِائِرِ الْحَنَاءِ قُلْنَ لَوْ جِهَهَا حَسَدٌ دُخْصُومٌ إِنَّهُ لَدَىٰ مِيمٍ

اور یہ بات صرف اس بنا پر کہی جا رہی ہے کہ حفظِ الایمان کی ایمان سوز
 عبارت پر آپ نے مولوی اشرف علی صاحب کو لڑکا تھا۔ ایسی عبارت
 جس کو خود مولوی صاحب نے سلسلہ ہجری کو بدلا۔ افسوس ہے
 بزمِ حبشہ والوں کے نزدیک ایسی بری تحریر پر ٹوکنا بھی جرمِ عظیم قرار
 پائے۔ اِلَى اللّٰهِ الْمَصْرَعُ دَائِبِ الْمُسْتَكْبَىٰ۔

بمزم عشق تو ام می کشند و غوغا یست
 تو نیز بر سرِ بامِ آچہ خوش تماشا یست

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لطفِ درگم سے کتابِ سوانحِ بادیِ کاملِ شاہِ ابوالخیرِ معروف بہ مقاماتِ خیر
 ۱۲۹۴ھ میں اردو کتابِ سوانحِ حیاتِ ابوالخیرِ معروف بہ مقاماتِ اخیار ۱۲۹۴ھ میں مرتب ہو کر چھپ
 چکی ہیں۔ پہلی کتاب اردو میں ہے اور دوسری فارسی میں اور نام دونوں کتابوں کے تاریخی ہیں۔

یہ فقیر دلدادہ کمال پر دست گیر عرض کرتا ہے کہ حضرت پروردگار
اللہ اپنی نماز بانیاں میں نااہل اور بد عقیدہ اور پریشاں خاطر افراد کو شریک
نہیں ہونے دیتے تھے۔ ناسمجھ، کم فہم اور قلیل العلم لوگ اعتراضات کرتے
تھے اور مدعیان تحقیق اس کو کامل نہ ہونے کی علامت سمجھتے تھے ایسے
حضرات بے کہتا ہوں۔

اے برادر بے نہایت درگاہ است

ہر چہ بروئے می رسی بروئے میست

فوق کُلِّ ذی عِلْمٍ عَلِیْمٌ، نصِ قطعی ہے انسان کو نہیں چاہیے
کہ وہ اپنے علم پر ناز کرتے ہوئے اللہ کے نیک بندوں کا استغناء
کرے۔

فَاذْكُنْتَ فِي الْمَدَائِحِ غُرًّا
لَا تَكُنْ مِنْكَرًا فَتَمَّ امْرُؤٌ
فَاذْكُنْ تَرَاهُ لَهْلَالَ فَسَلِمٌ
لَا تَأْسِ بِدَاعٍ وَكَ بِالْأَبْصَارِ
لَمْ أَبْصُرْتَ حَازِقًا لَا تَهَارِ
لِطَوَالِ الرِّجَالِ لَا لِلْقِصَارِ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہر کام اللہ کی رضا مندی حاصل کرنے کے
لئے ہوتا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے نقش قدم پر چلتے ہیں

دریں بحر جزر مرد داعی نہ رفت
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند
خلاف پیر کے رہ گزید
میندار سعدی کہ راہ و صفا
گم آں شد کہ دنبال داعی نہ رفت
برفتند بسیار دگر گشتہ اند
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید
تو ان رفت جز در پے مصطفیٰ

آپ کی صلاۃ معراج نشان اور منظر اتم درجہ احسان اور آپ کے مقامات
عالی شان کا کیا بیاں میں لکھوں بلکہ حقیقت یہ ہے۔

در مقامات منزل حب ناناں

جان مہ کے رسد بہ مرکب لنگ

مَعَ هَذَا، فَقَدْ قِيلَ، مَا لَا يُدْرِكُ كَلَمَهُ لَا يَدْرِكُ كَلَمَهُ، بِنَاؤُ عَلَيْهِ
میں اس سلسلہ میں پہلے چند احادیث شریفہ لکھتا ہوں ذرا ان کو خیال
سے پڑھا جائے۔ اختصار کی وجہ سے صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں
پھر کچھ کیفیت تحریر کروں گا۔

۱۔ مشکات کے باب الْقِرَاءَةُ فِي الصَّلَاةِ میں مالک۔ احمد، ابوداؤد
ترمذی، نسائی سے نقل ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پڑھا ہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا کیا ابھی تم
میں سے کسی نے میرے ساتھ کچھ پڑھا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا
ہاں یا رسول اللہ میں نے پڑھا تھا۔ آپ نے ارشاد کیا اِنِّیْ اَقُوْلُ
مَا لِيْ اِذَا رَمَعْتُ الْقُرْآنَ۔ یعنی میں بھی کہتا تھا کیا بات ہے جو میری
قرأت میں رکاوٹ پڑ رہی ہے۔۔ ابن ماجہ نے اسی معنی کی حدیث
روایت کی ہے۔

۲۔ مشکات باب فی الوسوۃ میں مسلم سے وہ عثمان بن ابی العاص
سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں شیطان
میری مسترات کو خراب کرتا ہے۔ آپ نے ارشاد کیا، اس شیطان

کا نام خنرب ہے جس وقت تم کو اس کا احساس ہو تو اس کے شر سے
اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اور اپنے بائیں جانب تین مرتبہ تھف کرو
راہی کہتے ہیں، میں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا، اور اللہ نے اس کو
مجھ سے دور کیا۔

۲۔ مشکات، کتاب الرقاق میں احمد سے وہ عائشہ صدیقہ سے
روایت کرتے ہیں کہ میرا ایک پردہ تھا اس پر پرندوں کی تصویریں تھیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا یا عائشہ حَوَّلِيْهِ
فَاِنِّيْ اِذَا رَأَيْتُهُ ذَكَرْتُ الدُّنْيَا۔ یعنی اے عائشہ اس پردہ کو پلٹ دو
کیونکہ میں جب اس کو دیکھتا ہوں دنیا یاد آ جاتی ہے اور مشکات کے
باب الستریں بخاری کی روایت انس سے ہے کہ آپ نے عائشہ
سے فرمایا۔ اَمِيطِيْ عَنَّا قِرَامَلِكٌ هٰذَا فَاِنَّهُ لَا يَزَالُ لِقَادِمًا تَعْرِضُ
لِيْ فِيْ صَلَاتِيْ یعنی اپنے اس باریک پردہ کو جس پر تصاویر ہیں میرے پاس
سے دور کر دو کیونکہ نماز میں اس کی تصویریں میرے سامنے پیش آتی
رہیں۔

۳۔ مشکات باب الستریں بخاری اور مسلم سے وہ عائشہ صدیقہ سے
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالی چادر میں جس
پر دھاریاں پڑی ہوئی تھیں نماز پڑھی آپ نے دھاریوں پر نظر ڈالی
نماز سے فارغ ہو کر آپ نے ارشاد کیا میری اس چادر کو لے جا کر الجہم
کو دے دو، اور ان کی چادر میرے واسطے لے آؤ۔ فَاِنْتَهَا

اَلِهَتْنِيْ اَلْفَاعَتْ صَلَاتِيْ كَيُونَكَا بَعِيْ اِسْ چادر نے نماز میں
مجھ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، یعنی میں نے اس کی دھاریوں کو دیکھا
اور بخاری عروہ سے وہ اپنی خالہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ
آپ نے ارشاد کیا کنتَ اَنظُر اِلٰی عَلِمَهَا وَاَنَا فِي الصَّلَاةِ فَاَخَاثُ
اَن يَفْتِنَنِيْ۔ یعنی میں نماز میں تھا اور میری نظر اس کی دھاریوں پر
پڑی مجھ کو اندیشہ ہوا کہیں یہ مجھ کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لے۔

۵۔ مشکات کے باب صفۃ الصلوات، فصل ثالث میں احمد سے
نقل ہے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ہم کو پڑھائی آخر کی صفوں میں ایک شخص نے
ایسا عمل کیا جو آداب صلوٰۃ کے منافی تھا، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے
اس شخص کو آواز دی اور فرمایا اے فلاں تجھ کو اللہ کا ڈر نہیں ہے تو نہیں
دیکھتا کہ کس طرح تو نے نماز پڑھی ہے۔ اِنْكُم تَرَدْنَ اِنَّهٗ يَخْفَى عَلٰی
مَنْ شِئَ مَا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهٖ اِنِّیْ لَا اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ كَمَا اَرٰی مِنْ
بَیْنِ يَدَیْ یعنی شاید تم لوگ خیال کرتے ہو گے کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں
سے کوئی چیز مجھ سے چھپی رہتی ہو گی۔ اللہ کی قسم ہے جس طرح میں اپنے
سامنے کی چیز کو دیکھتا ہوں اسی طرح یقیناً میں اپنے پیٹھ پیچھے کی چیز
دیکھتا ہوں۔

مشکات مطبوعہ ۱۲۴۱ھ بمصری در مطبع احمدی دہلی کے حاشیہ
پر ابن حجر کی عبارت اسی حدیث کی شرح میں لکھی ہے ترجمہ لکھتے ہوں

”نماز کی حالت میں انتہائے قرب اور ظہور تجلیات کی وجہ سے آپ کے چشم مبارک کی قوت شریفہ اس حد تک قوی ہو جاتی تھی کہ آپ پر تمام موجودات کی حقیقتیں ان کی اصلی حالت میں ظاہر ہو جاتی تھیں، آپ پیٹھ پیچھے کی چیز کو بھی اسی طرح معائنہ فرما رہے تھے جس طرح سامنے کی چیز آپ کے زیر نظر ہوتی تھی چونکہ آپ انتہائے ادج کمال پر ہوتے تھے۔ اس لئے تمام موجودات یعنی کائنات کی دید نظر آپ کی جمعیت خاطر اقدس کو پر اگندہ نہیں کرتی تھی اور نہ آپ کو کوئی شے اپنی طرف متوجہ کرتی تھی۔ فَهُوَ دَانَ اسْتَغْرَقَنِي عَالِمُ الْغَيْبِ لَا يَخْفَى عَلَيهِ شَيْءٌ مِنْ عَالِمِ الشَّهَادَةِ یعنی عالم غیب میں محویت اور استغراق کے باوجود آپ کوئی شے عالم شہادت یعنی عالم ظہور اور مشاہدہ سے پوشیدہ نہیں رہتی تھی انتہی یعنی اگرچہ آپ انوار و تجلیات سے گھرے ہوئے ہوتے تھے اور عالم غیب کے اسرار و لطائف کے دیکھنے سے پوری طرح لطف اندوز ہوتے تھے لیکن آپ پر اس حالت قرب اور حضوری میں بھی تمام کائنات کی حقیقت اور کیفیت منکشف رہتی تھی اور تمام موجودات آپ کے زیر نظر ہوتی تھیں۔

ادھر اللہ سے واصل اُدھر مخلوق سے شال

خواص اس بزرخ کبری میں ہے حرفِ مشدک

یہ فقیر کاتب الحروف کہتا ہے کہ نبوت کا مقام ارشاد اور ہدایت کا مقام ہے اس لئے انبیاء علیہم السلام پر خواب میں بھی غفلت طاری

نہیں ہوتی، سیوطی خصال میں بخاری اور مسلم سے روایت کرتے ہیں۔ عن النبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا انبیاء تنام اعینہم ولا تنام قلوبہم اور ابن سعد سے روایت کرتے ہیں۔ عن عطاء قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا معشر الانبیاء تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا اور پھر ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ افضل الانبیاء والمرسلین اور محبوب رب العالمین تھے مقام موت کے اعلیٰ تر مقام پر فائز تھے۔ تمام عالم کے لئے آپ مبعوث تھے آپ ہر وقت صبح اور ہوشیاری کی حالت میں رہتے تھے۔ سکر اور بے خبری کے لئے وہاں گنجائش نہ تھی، اور جتنا آپ تقرب اور حضوری کے مقام پر فائز ہوتے تھے اتنا ہی آپ کا صبح بیشتر اور اضافہ ہوتا تھا چونکہ نماز کی حالت تقرب اور حضوری کا اعلیٰ ترین مقام ہے اس لئے آپ کی قوت نظر نماز کی حالت میں انتہائی قوی ہو جاتی تھی اور آپ کی وہ کیفیت ہوتی تھی جو ابن حجر نے کہی ہے۔ فہو صلی اللہ علیہ وسلم وان استغرق فی عالم الغیب لا یحییٰ علیہ شیء من عالم الشہادۃ۔

یہاں پر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ نماز کی حالت میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام کائنات کا ظہور ہوتا تھا۔ آپ تمام اشیاء کو دیدہ و ستر سے ملاحظہ فرماتے تھے کیا قریب، کیا بعید، کیا حاضر، کیا غائب، کیا آگے کیا پیچھے، کیا اوپر، کیا نیچے، آپ کے لئے سب برابر تھا، ایسی حالت

ہیں اگر پردہ آپ کے سامنے رہے یا نہ رہے، جاذب نظر عمدہ دھاری دار چادر آپ کے بدن اظہار پر رہے یا نہ رہے، سب ایک تھا آپ نے عائشہ صدیقہ سے پردہ ہٹانے کو کیوں ارشاد فرمایا اور دھاری دار چادر ابو جہم کو کیوں ارسال کرائی۔ (ابو جہم نابینا تھے)

چونکہ آپ کا مقام ارشاد کا تھا۔ اور آپ کی امت مامور ہے کہ آپ کی پیروی کرے اس لئے آپ نے امت کی تقسیم کے لئے یہ سب کچھ کیا تاکہ امت نماز کے لئے خاطر جمعی اور کمیونی کے اسباب ہٹا کرے ذرا سترہ پر خیال کر داور دیکھو اگر سترہ آنے جانے والوں کے لئے اسباب سہولت اور وسائل نجات از عذاب ہم پہنچاتا ہے تو اسی طرح پر نمازی کے لئے بھی خاطر جمعی اور دل بستگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اتحاد شریفی سے ثابت ہے کہ عورت یا کتا یا بعض دوسری اشیاء کے سامنے سے گزر جانے سے کمال صلاۃ منقطع ہوتا ہے۔ اس کا علاج سترہ ہے۔ مشکلات میں ابوداؤد اور ابن ماجہ سے نقل ہے وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ تَلَقَّاءَ رُجُلَيْهِ شَيْئًا فَإِنْ لَمْ يَجِدْ فَلْيَنْصِبْ عَصَاةً فَإِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ عَصَاةٌ فَلْيَخُوطْ خَطًّا ثُمَّ لَا يَضُرَّهُ مَا مَرَّ مَامَاً یعنی نمازی اپنے سامنے کسی چیز کی اوٹ کرے، اگر کچھ نہ ہو تو اپنا عصا زمین میں گاڑ دے اور اگر یہ بھی نہ ہو تو ایک خط ہی کھینچ دے پھر کوئی بھی سامنے سے گزرے تو اس کا نقصان نہیں ہے

ارر ابوداؤد کی حدیث میں ہے اِذَا صَلَّيْ اَحَدُكُمْ اِلَى سُتْرَةٍ نَلَيْتُ
 مِنْهَا لَا يَقْطَعُ الشَّيْطَانُ عَلَيْهِ صَلَاتَهُ، كَمَا فِي الْمَشْكَاةِ - یعنی سترہ
 کے قریب کھڑا ہونا چاہیے تاکہ شیطان اس کی نماز کو خراب نہ کرے
 ذرا خیال کرنا چاہیے کہ عصا گاڑ دینے سے اوٹ ہو جاتی ہے، یہ ایک
 انچ یا ڈیڑھ انچ کی اوٹ کیا کوئی اوٹ ہے کیا نمازی کی نظر
 سامنے سے گزرنے والوں پر نہ پڑے گی۔ یقیناً پڑے گی اگر وہ دیکھنا
 چاہے۔ لیکن شارع علیہ السلام نے چھڑی گاڑ کر نمازی کو متنبہ کر دیا
 کہ اس کے لئے منہمائے نظر اس جگہ تک ہے۔ اس سے آگے جو
 چیز گزرے اس کو دیکھنا آداب صلاۃ کے منافی ہے۔ سترہ کے
 آگے سے کوئی شے گزرے یا نہ گزرے نمازی کے لئے سب یکساں
 ہونا چاہیے۔ نمازی کی شان الذیبتِ ہُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ
 سے سمجھنی چاہیے۔ خشوع دل کی فروتنی۔ انکساری اور لگاؤ کر کہتے
 ہیں۔ اللہ سے لگاؤ اسی وقت رہ سکتا ہے کہ دوسری استیاء
 کی طرف دھیان نہ بٹائے۔ سجدہ کی جگہ سے نظر متجاوز نہ ہو، اکثر
 علماء احناف نے کہا ہے کہ خط سے سترہ کرنا نہ کرنا برابر ہے
 کیونکہ اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا اور دور سے خط نظر نہیں
 آتا۔ لیکن علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں کہتے ہیں۔ السُّنَّةُ
 اَوَّلَى بِاِلْتِبَاعِ مَحْ أَفَّهُ يَظْهَرُ فِي الْجُمْلَةِ - اِذَا الْمَقْصُودُ جَمْعُ
 الْخَاطِطِ بِرَبِطِ الْخِيَالِ بِهِ كَيْلًا يَنْتَشِرُ - علامہ ابن ہمام کی توجیہ

یقیناً وجہ ہے۔ خط کھینچ دینے سے نمازی نے اپنی حد لگا ہٹ کر
 کر دی اور اللہ سے لگاؤ پیدا کرنے کا سامان ہیا کر لیا تو پھر خط کا
 ہونا نہ ہونے کے کیسے برابر ہو سکتا ہے۔ یہ خط تو درجہ احسان کے
 پانے کے لئے اچھا ذریعہ بن رہا ہے۔ **الْأَحْسَانُ، إِنْ تَعْبُدُ اللَّهَ**
كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ کیونکہ جب قلب کو
 ارتباط پیدا ہوگا اور یک سوئی حاصل ہوگی تو درجہ احسان نقد وقت
 ہوگا۔ **جَعَلَنِي اللَّهُ مِنْهُمْ**۔

نماز ایک مہتمم بالشان عبادت ہے جماعت کی صورت میں امام
 اور مقتدی میں اشتراکِ عمل ہے ایک کو دوسرے سے پورا لگاؤ ہے
 اس لئے ضروری ہے کہ امام اور مقتدی میں یک جہتی اور ہم آہنگی پائی
 جائے۔ یہ نہ ہو کہ ایک تو اپنے پروردگار سے دل لگائے اور دوسرا
 بزر زبان تسبیح و در دل گاؤں کا مصداق بنا رہے۔ ایسی صورت میں
 اتحادِ عمل کب باقی رہتا ہے۔ رفتاریں سے ایک کی خرابی
 سے سب کے کام میں خرابی واقع ہوتی ہے۔ افسردہ دل افسردہ
 کذا بخنے را، یہی سبب ہے کہ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے
 جس سے مقتدی ناخوش ہوں تاکہ عمل میں اخلاص اور صفائی قلب
 مفقود نہ ہو، جو شخص مقتدیوں کی ناخوشی کا خیال نہیں رکھتا ہے وہ
ذَمُّوا ثَلَاثَةً، لَا تَجَادِرُ ضَلَاتُهُمْ إِذَا نَهَمُ میں شامل ہے۔ مشکات
 نے یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی، اور نسائی سے نقل کی ہے مقتدی

اگر آداب صلاۃ کے منافی کوئی عمل کرے گا تو یقیناً صاف دل امام کی نماز میں خلل پڑے گا۔ اسی لئے آپ نے ایک شخص سے کہا اِنِّیْ اَقُوْلُ مَا لِیْ اَنْ اُفَارِعَ الْقُرْآنُ اور دوسرے ارشاد کیا اِلَّا تَتَّقِ اللّٰهَ لَا تَرٰکَ کَیْفَ تَصِلٰی۔ آپ نے جو کچھ سنرایا امت کی تعلیم کے لئے فرمایا تاکہ مقتدی امام کے لئے پریشانی کا سبب نہ بنے اور امام مقتدی کیلئے غمور کا باعث نہ ہو۔

ہزار نکتہ باریک ترز موانیج است
نہ ہر کہ سر برتر شد قلندری داند

اس بیان کے بعد اب میں جناب پیرو مرشد برحق رحمہ اللہ کے نماز بنیاز کی کچھ کیفیت تحریر کرتا ہوں۔ ذائقہ

فَاَقْرَءُوا بِالْتَفْكِیْرِ وَاعْلَمُوا حَبِیْدًا	لَا تَحْكُمَنَّ قَبْلَ الْخِتَامِ فَتَنْدَمَا
فَالْحُكْمُ نَوْعٌ عَنْ تَصْرِیْحٍ فَإِنْ	تَسْلُكُ سَبِيلًا غَيْرَهُ لَا تَسْلَمَا
وَاللّٰهُ يَهْدِيْنَا الصِّرَاطَ فَإِنَّهُ	أَهْلٌ لِّذَٰلِكَ دَفَضْلُهُ قَدْ عَمَّمَا
صَلَّى الْإِلَٰهَ عَلَى الْحَبِیْبِ الْمُصْطَفَىٰ	دَالِلٌ وَالصَّحْبِ الْكِرَامِ وَسَلَّمَا

نماز تراشون العبادات و اخسن الطاعات اور رمز بندگی اور معراج مومن ہے اس کے لئے تو جتنا بھی اہتمام کیا جائے کم ہے آپ تو کوئی کام نہیں کرتے تھے جب تک آپ کے قلب کو اطمینان نہ ہوتا تھا۔ کیا کسی سے ملنا کسی سے نہ ملنا، کیا کوئی بات سنا مانی، کیا

کسی کا ہدیہ قبول کرنا کیا کسی کو کچھ دینا۔ آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل و جان سے عاشق تھے۔ اکثر آپ احادیث شریفہ کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے تھے۔ بالخصوص مسند شریف حضرت امام احمد حنبل کا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ مسند شریف کا پانچ مرتبہ مطالعہ اول سے آخر تک کر چکا ہوں۔ یہ کتاب ہر وقت آپ کے پاس رہتی تھی آپ کے ہر کام میں تلمیذ اور اخلاص تھا۔ آپ مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ وَأَبْغَضَ لِلَّهِ وَأَعْطَى لِلَّهِ وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدْ اكْتَمَلَ الْإِيمَانُ کے ائمہ مصداق تھے، یہ عاجز کہتا ہے۔

ہمتن پائے در راہِ رصف بود ہمتن گوش بر قولِ خدا بود
ہمتن لب برائے ذکر سبحان ہمتن دیدہ بہر دیدِ جاناں
نہ گفتے نہ رفتے نہ شنیدے نہ دیدے گر رضائے حق نہ دیدے
بہ نظر ہر پیکرش از خاک بود بہ باطن کل ز لور پاک بود
ہر کام کے واسطے آپ اہتمام فرماتے تھے اور بالخصوص نماز کے لئے جو اہتمام آپ کرتے تھے فی زمانہ تو کیا متقدمین میں بھی بہت کم اس کی نظر ملے گی، جب آپ استنجہ فرماتے تھے تو آبدست کے بعد ایک کپڑے سے استنجا خشک کرتے تھے بغیر مسواک کے کبھی وضو نہیں کیا۔ وضو کرنے سے پہلے کرتہ اتار دیتے تھے۔ تاکہ مستقل قطرے نہ پڑیں۔ ایک لوٹے سے بہ کمال احتیاط وضو فرماتے تھے، وضو کر کے جب آپ فارغ ہوتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک

پر نظر نہیں ٹھیرتی تھی۔ مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ خَرَجَتْ
 خَطَايَاكَ مِنْ جَدِّكَ حَتَّى تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَطْفَارِكَ كَمَا
 رَمَاهُ النَّجَّارِيُّ وَمُسْلِمٌ) کا کمال نمونہ ہوتے تھے۔
 نماز کے لئے جب آپ تشریف لے جاتے تھے بہ تمام دکنال نماز کی
 طرف متوجہ رہتے تھے۔ اس وقت بعض ادقات بعض اہل نسبت
 اور پاک باطن افراد پر یہ ظاہر ہوتا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔ آپ کی نظر زمین پر رہتی تھی، مسجد
 شریف جا کر آپ مصلیوں کی کیفیت دیکھتے تھے۔ اہل غفلت اور بد عقیدہ
 افراد کو آپ نماز میں شریک نہیں کرتے تھے۔ بعض علماء اور نیک افراد
 نے مجھ سے کہا کہ ہم آپ کے حلقہ میں ہوتے تھے جب آپ نماز پڑھنے
 کا ارادہ فرماتے تھے۔ ہم چلے جاتے تھے۔ کیونکہ ہم کو اطمینان نہیں
 تھا کہ دورانِ صلاۃ میں دوسرے پیدا نہ ہو، جب آپ تکبیر تحریر
 باندھتے تھے گویا ہر دو عالم سے ہاتھ جھاڑ لیتے تھے۔ جب آپ
 قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے تھے محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور کا
 دریا بہ رہا ہے۔ بعض افراد کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلام پاک کا
 گویا نزول ہو رہا ہے۔ اس وقت نمازیوں کی عجب کیفیت ہوتی
 تھی، کوئی نار و قطار روتا تھا، کوئی عالم بے خبری میں اٹھ کر کانوہ
 لگاتا تھا، کوئی بے پوش ہو کر گر پڑتا تھا اور کوئی بحرف میں غوطہ
 لگاتا تھا کہ نماز ہو جاتی تھی، سنن و نوافل پڑھ کر سب چلے جاتے تھے

اور وہ قیاماً رَبِّ الْعَالَمِينَ کی کیفیت میں رہتے تھے۔ آپ فرائض میں قرآن مجید از اول تا آخر ترتیب تلاوت فرماتے تھے قرأت آپ کی قدرے طویل ہوتی تھی جب آپ قرآن مجید کا ختم فرماتے تھے کھانا لپکا کر سب کو کھلاتے تھے رمضان المبارک میں کچھ اور سی لطف ہوتا تھا حافظ نیاز احمد صاحب فرزند شیخ عبدالرحمن سولہ سترہ سال کی عمر میں ۱۳۲۱ھ یا ۱۳۲۲ھ کو آستان فیض نشان پر سہارنپور سے حاضر ہوئے سعادت ازلی ان کی رہبر تھی اور لطف خداوندان کے شامل حال تھا باوجود کم عمری کے ایسا صدق دل اور عزم راسخ ساتھ لے کر آئے تھے کہ باید و شاید۔ اتفاق سے انہی ایام میں یہ اشارہ غیبی حفاظ قاری عبدالحی صاحب اپنے وطن شام شریف سے آپ سے بیعت ہونے آئے ہوئے تھے۔ پانچ چھ سال وہ آپ کی خدمت بابرکت میں رہے کیا دہلی اور کیا کوسٹہ وہ آپ کے پاس رہے۔ آپ سے سلوک مجددیہ طے کیا اور مراتب عالیہ کو پہنچے۔ ان کی کیفیت یہ تھی کہ جب وہ آپ کے پیچھے تکبیر تحریمہ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے ان پر رقت طاری ہو جاتی تھی آنکھوں سے سیل اشک جاری ہوتا تھا، اور کبھی حقیقتِ صلاۃ کے انوار کے بحرِ ذخا میں ایسے ڈوبتے تھے کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہتی تھی، نماز ختم ہو جاتی تھی، مسجد شریف خالی ہو جاتی تھی لیکن وہ اسی پہلے قیام میں کھڑے کے کھڑے رہتے تھے یہ آخر آپ کی خلافت اور اجازت سے سرفراز ہو کر افغانستان جا کر

قیام کیا۔ پچیس یا تیس سال وہاں مقیم رہے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ نے حافظ نیاز احمد کو قاری عبد الغنی صاحب کے سپرد کیا۔ ان کی محنت ٹھکانے لگی اور حافظ نیاز احمد فن تجوید میں ماہر ہو کر ہر طرف قاری نیاز احمد صاحب کے نام سے مشہور ہوئے اور قبلہ مرادوں و کعبہ مشتاقان کی تربیت و توجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو گروہ اولیاء کو تراویح پڑھانے کی خدمت جلیلہ سے ممتاز فرما کے امام المتقین بنایا۔ فَهَيَّا لَكَ شَيْئًا هَلِيئًا لَكَ۔

چند سال بعد آپ نے قاری نیاز احمد کو فن قرأت کی تعلیم دینی شروع کی ابتدا میں ہر سال ایک امام کی ایک روایت کی تعلیم دیتے تھے۔ آخر میں ہر دو روایت کی تعلیم دینے لگے تھے اور وہ اس ایک روایت یا ہر دو روایت سے قرآن مجید تراویح میں بہ کمال تیشل اور ترتیل پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو صوت عالی اور شیریں بھی ایسی دی تھی کہ سُبْحَانَ الْخَلْقِ الْحَظِيمِ۔ اس نماز بانیاں معراج نشان منظر اتم درجہ احسان میں شریک ہونے کے لئے پرداہائے الوار بنوت، اور دارنگاہ بادرہ وحدت صد ہامیل کا پایادہ سفر طے کر کے غزنی، قلات غلجی، مقرر، کٹواڑ، زنداؤر، تندھار، ژوب، پشین وغیرہ سے سستی گناں، اشک ریزاں، افتاد و خیزاں سمجھو بید لزاں تقریباً ایک سو نفر پہنچ جاتے تھے ان کے حسب احوال میراث و حدی کا یہ شعر میں پاتا ہوں خوش آنکہ بنیم در رہت بزاوہ محل از دُن خیزم جو گرد آیم چو آنک آیم بہر غلظم بہ تن

بعض افراد جو آپ سے بیعت نہ تھے لیکن حلاوتِ باطنی سے کچھ آشنا
تھے اس گروہِ عاشقین میں شریک ہو کر لطف اندوز ہوتے تھے اسبھان اللہ
نماز میں کیا خضوع کیا خشوع کیا ذوق کیا شوق کیا وجد کیا درد کیا
فغاں اور کیا نالہ ہوتا تھا اور وہ کیسے کیسے اللہ کے خاص بندے
تھے جو اس نعمت غیر مترقبہ سے لطف اندوز ہوتے تھے اور
وہ کیسی ذات جامع البرکات تھی جو شمع رسالت کے ان پردانوں کو
جمع کئے ہوئی تھی، یہ عاجز کہتا ہے۔

قصد عالم ابوالحسن کبیر	ذخیرہ عبد اللہ آل قطب شہیر
داشت از گردوں محی الدین لقب	مولدش درہلی دفاروتی نسب
باکمال و بد عرق اندر کمال	چول مجدد داشت جد ہمثال
ہرچ گویم در کمالش کمتر است	وز گمان من مقاش بر تراست
یک نگاہش زندہ کرے صد قلوب	یک دیش از مہتاباں شستے ذنوب
چول ندارد تاب صفش را زبان	زاں نوسیم خادمالش را بیاں
طالبان را ہرچہ باشد از کمال	بر علو کعب استاد است وال
خادمانِ شاں بسوز و دردِ دل	ہمچو پروانہ بہ شمع مشتعل
آہ دزاری بود ایشان را شعار	عشق حق می داشت شاں بقرار
از شراب معرفت میہش بُدند	رُب اشعث را مثالِ خوش بُدند
گر یکے را چشم بودے اشکبار	دیگرے را سینہ بودے ہچونار
گر یکے از شوق و جذبہ می طپید	دیگرے از وجد جامہ می درید

چوں بہ حلقہ می نشسته پیش پیر
ہر یکے نہ ہوت گشتے از جمال
بے خبر گشتے ز اخبارِ عیان
گر تو میدیدی جمالِ انجمنی
می گزشتت اندر دلت چند سال
ایں گروہ انس بنیم یا ملک
جذبہ اصحاب چوں بنیم نہاں
یہیچ گاہے من نہ دیدم مرد ماں
گفت پیغمبر کہ مردانِ خدا
بس ہمیں تعریف نیکان آمدہ
ختم سازم وصفِ ثناء بر این کلام
حیف بنید چشم گیتی بعد ازین
یا کہ بنید مرد ماں را در قیام
آں صلاۃ با حضور و با شوق

ہمچو ہالہ گرد آں ماہِ منسیر
محو اندر ذات پاک ذوالجمال
با خبر گشتے ز آسرا نہاں
کلیک حیرت می گزیدی در دہن
برزبان حال رفتے این مقال
یا تمرا بانجوم اندر فلک
برکت خیر القردوں چوں شد عیاں
زین صفت با این نظم اندر جہاں
دیدن ثناء یا در حق بخش ترا
بس ہمیں توصیف مرداں آمدہ
تا کہ قول مصطفیٰ یابد ختم
نیک مرداں ہمچو ایشاں بر زمین
در لیا لہاے برکت از صیام
ختم قرآن با تدرارت با حضور

رحمت حق روز و شب بر ثناء بود

روح ثناء در خلد بس فرحال بود

پونے دس بجے تراویح شروع ہوتی تھی اور ڈھائی تین بجے فارغ
ہوتے تھے تراویح کے بعد سحری کھانے کا موقع مل جاتا تھا۔
ابتدائی چار راتوں میں سوا سوا پارہ اور پھر میرات کو ایک ایک پارہ پڑھا

جاتا تھا۔ انتیس کی رات کو ختم شریف ہوا کرتا تھا۔ قاری نیاز احمد
 رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جن آیات شریفہ میں حضرات انبیاء
 علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا ذکر آتا تھا مجھ کو محسوس
 ہوتا تھا کہ یہ حضرات تشریف فرما ہیں اور کلام پاک کا استماع فرماتے
 ہیں اور حبیبیت یا دوزخ کے موقع پر فکارتا رہتے ہیں کا ظہور
 ہوتا تھا رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالِدِيهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ مِنْ صَلَاتِي
 خَلْفَهُ وَنَالَ رِضَايِيَّ وَسَلَّمَ مِنْ رِبَالَا فَأَحْسَنَ تَرْبِيَّتِهِ قاری
 نیاز احمد کا ایک شعر یاد ہے۔ اپنے پروردگار برحق کے بارے میں
 کہتے ہیں ۵

لیتے ہی نام مرشد ہاں اے نیاز دیکھو

کوسوں پہ بھاگی ظلمتِ وقتِ سحر سے پہلے

یہ فیروز سرتاپا غرقِ محبتِ تقصیرِ خاک پائے اقدام شریفہ جناب پر دست گیر
 در خدمتِ اصحابِ روشن ضمیر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک
 بندوں کا دل آئینہ کی طرح صاف ہوتا ہے جو چیز سامنے آئی فوراً
 اس کا عکس نظر ہوا ۱۳۹۹ھ کو حضرت سیدی ابوالدین دن کے
 واسطے پانی پت تشریف لے گئے صد ہا نفر آپ سے ملاقات کرنے آئے
 اور آپ نے بھی سب کو ملاقات کا موقع دیا۔ کسی کی طرف آپ نے
 خاص توجہ مبذول نہ فرمائی۔ ایک شخص نے جب آپ سے مصافحہ
 کیا آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور بہ محبت ان کو اپنے پاس

بٹھایا اور ان پر خاص شفقت اور عنایت فرمائی۔ جلسہ درخواست مہینے
 پر بعض مخلصین نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تم کون سا نیک عمل
 کرتے ہو جس کی بدولت آج اس عنایت کے مستحق ہوئے۔ زیادہ
 دریافت کرنے پر وہ مرد صالح بولے افسوس آج میں سال کے بعد
 میرا راز ظاہر ہو رہا ہے۔ میں محبت اور اخلاص سے دلائل الخیرات
 مداومت کے ساتھ پڑھتا ہوں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کو میرے عمل
 کی خبر نہیں رکھتا اللہ علیہ جناب مولانا مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب
 امام مسجد شریف فتحپوری دلی۔ اکثر آپ کے پاس آتے تھے اور آپ بھی
 ان پر خاص نظر عنایت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مولوی صاحب آئے
 اتفاق سے اسی وقت ایک دوسرے صاحب بھی ملاقات کے لئے
 آئے ہوئے تھے۔ دربان نے ہر دو صاحبان کی اطلاع کی، آپ نے
 دوسرے شخص کے متعلق فرمایا کہ یہ اپنے گھر میں ایسے کام کرتا ہے
 (آپ نے اس کی بعض خامیوں کا ذکر کیا) اور اب یہ مجھ سے ملنے
 آیا ہے۔ یہ سن کر جناب مولوی صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا
 کہ پردہ پوشی بہتر تھی۔ آپ نے کیوں اس کے عیوب کو ظاہر کیا
 پھر مولوی صاحب کو دوسرا خیال آیا کہ اب اس وقت گھروٹ جانا بہتر
 ہے۔ اس دوسرے خیال کے آتے ہی آپ نے دہان سے فرمایا
 مولوی مظہر اللہ کو بھیج دو، چنانچہ مولوی صاحب آپ کے پاس گئے
 چونکہ پہلے خیال کا اثر دل میں موجود تھا، آپ نے مولوی صاحب کو مٹا

کر کے فرمایا۔ مولوی مظہر سب ایک طرح کے نہیں ہوتے ہیں، کسی سے نرمی کسی سے سختی کرنی پڑتی ہے۔ میں کیا کروں یہ نا اہل اسی قابل تھا۔ یہ فرما کر آپ نے مولوی صاحب کی تشفی کردی اور وہ خیال رفع ہو گیا۔

ایک مرتبہ آپ خالقہ شریف میں رونق افروز تھے ایک اللہ کے نیک بندے مزارات پر انوار پر حاضر ہوئے فاتحہ پڑھ کر چلے گئے۔ ان کے جاتے وقت آپ نے حاضرین سے فرمایا دیکھو دیکھو اس شخص کا قلب انار کی طرح صاف اور سرخ ہے۔ پھر آپ نے فرمایا، تم لوگ کہتے ہو اس بڑھے کو کیا ہو گیا ہے کہ لوگ اس سے ملنے آتے ہیں اور یہ ان کو جھڑک دیتا ہے اور ان سے نہیں ملتے۔ کیا کروں میری نظر قلب پر ہوتی ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ یہ شخص جب رخصت لے کر گیا تھا تو قلب کی کیفیت اچھی تھی اور اب یہ اس کو خراب کر کے لایا ہے تو غصہ آ جاتا ہے اور اس کو نکال دیتا ہوں میں تو تمہاری سہلائی کے لئے کرتا ہوں۔ کوئی صاف روش پاک منہش نہیں کہہ سکتا کہ وہ آپ کے پاس آیا ہو اور آپ اس سے بہ محبت نہ ملے ہوں۔ میں ایک واقعہ لکھتا ہوں ذرا خیال سے اس کو پڑھنا چاہیے۔ کوئٹہ بلوچستان میں قاری نیاز احمد ترائی پڑھا رہے تھے، ائمہ سبعہ میں سے ایک امام کی قرأت سے کلام پاک کی تلاوت ہو رہی تھی، ترائی آپ اپنے صحن خانہ میں پڑھا کرتے تھے

چوں کہ ہر کس و ناکس کو اندر آنے کی اجازت نہ ملتی تھی اس لئے بعض افراد جو حافظ صاحب کی قرأت سننے کے خواہشمند ہوتے تھے۔ شارع عام پر دروازے کے باہر صف بنا کر شریک ہو جاتے تھے۔ پنجاب کے کوئی مولوی صاحب کو مسئلہ آئے ہوئے تھے، شوقِ استماع کلام پاک ان کو کھینچ لایا۔ دروازے کے باہر وہ بھی شریک ہو گئے جمعہ کی شب تھی، قاری نیاز احمد بہ ذوق و شوق مصروفِ تلاوت تھے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندہ حقیقتِ صلاۃ اور حقیقتِ قرآن کے بحرِ انوار میں محوِ تجلیا تھے۔ ائمہ کی قرأت میں جو اختلاف ہے وہ اہل فن پر ظاہر ہے چنانچہ حافظ صاحب نے تعلیموں کو جو حفص کی روایت میں آیا کے ساتھ ہے تعلیموں تا کے ساتھ پڑھا جیسا کہ ان دوسرے امام کی قرأت میں ہے مولوی صاحب کو اس مبارک فن کا علم نہ تھا۔ ان کو خیال ہوا کہ حافظ صاحب کو تشابہ ہوا ہے اس لئے انھوں نے بلند آواز سے فتح دیا، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ہماری نماز کس نے خراب کی ہے لاؤ اس کو چونکہ آپ نے بہ زور یہ بات فرمائی، مولوی صاحب نے سنی اور وہ خوف کی وجہ سے بہ عجلت تمام آنکھوں سے اور جھل ہو گئے جمعہ کے دن آپ کلام پاک کا دور جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں کیا کرتے تھے اور قاری نیاز احمد کو تعلیم دیا کرتے تھے صد ہا نفر صرف کلام پاک سننے کے لئے وہاں جمع ہو جاتے تھے، چنانچہ نماز جمعہ کے بعد حلقہ درس مرتب ہوا وہ مولوی صاحب جو رات کو

روپوش ہوئے تھے وہ بھی اس مجمع میں حاضر تھے، نہ آپ نے کبھی
مولوی صاحب کو دیکھا تھا اور نہ کسی نے آپ سے ان کے متعلق کچھ
عرض کیا تھا کہ رات کو فتحہ دینے والے شخص ہیں اس وقت حدیث
اَتَّقُوا فِرَاسَتَا الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ کا مظاہرہ ہوا، آپ
نے صد ہا نفر کے درمیان مولوی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا، رات
تم نے ہماری نماز کیوں خراب کی۔ تم کو معلوم نہیں کہ کتنی متواتر قرائتیں
اور سچ کتنی روایتیں ہیں پھر آپ نے یہ شعر پڑھا۔

عشقت رسد بہ فریادگر تو بہ سانِ حظ

قرآن زربِ سخوانی با چارۂ روايت

آپ نے مولوی صاحب پر ذرا تیز نظر ڈال کر جو یہ بات فرمائی، وہ
تاب دیدہ لاکر لرزہ براندام ہو کر بادیہ گریاں بہ صد عاجزی آپ کے
دست و پا بوس ہوئے اور اپنی لاعلمی اور نادانگہی کی وجہ سے جو سہو
و تقصیر ان سے ہو گئی تھی اس کی معافی چاہی وہ آپ کی اس کرامت
کو دیکھ کر بہ دل و جان آپ کے قائل ہوئے۔

نگاہِ مست تو آن را کہ مستفید کند

ہزار پر خسر ابات را مرید کند

آپ تو خناس کے شر سے اپنے کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے
تھے خناس اگر جتنی ہوتا ہے ایسی بھی ہوتا ہے مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ
کو دیکھنا چاہیے، انسانوں میں بھی شیاطین ہوتے ہیں شَیَاطِينُ

الْإِنْسَ وَالْجِنِّ بِرَنَظَرٍ كَهْنِي جَائِي

إِنَّ الشَّيَاطِينَ أَنْوَاعٌ مُنَوَّعَةٌ
وَشَرُّهَا مَنْ كَثَلِ النَّاسِ صُورَتَهُ

مِنْهَا الْمَوْسِيُّ وَالْكَافِي بَلْبِيسِ
فَرَحَ الرَّجُلِ إِذَا أَخْلَا عَوْرَتِي بِتَارِسِينِ

خزب کا تو کام ہی نماز کا خراب کرنا ہے جیسا کہ آپ نے عثمان بن ابی العاص سے ارشاد فرمایا ہے اور پھر شیطان کا کھٹکا تو سب کے ساتھ لگا ہوا ہے بڑی ہتیاں ہوں چاہے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا تم میں سے ہر ایک کا ایک رفیق شیطان میں سے ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ کا بھی ہے ارشاد کیا۔ میرا بھی ہے لیکن اللہ نے مجھ کو اس پر قدرت دیدی ہے وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا ہے۔ لہذا بھلائی کے سوی کسی بات کے لئے وہ مجھ سے نہیں کہتا۔ انتہی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک تعالیٰ نے شیطان کے شر سے محفوظ کر لیا تھا۔ نہ شیطان آپ کے کسی کام میں خرابی ڈال سکتا تھا اور نہ کبھی آپ کی صورت مبارکہ میں ظاہر ہو سکتا ہے
إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْكُمْ كَافِرَانِ هُمْ۔ یہ بات اوروں کو کہا نصیب ہے۔ مشکات شریف کی کتاب الطہارہ فصل ثالث میں نسائی کی حدیث اور اس کی شرح میں اشعۃ اللمعات کی فارسی عبارت بصیرہ ۲۷ میں ذکر کر رہا ہوں، بزم تمثید والے ذرا خیال سے پہلے اس مبارک حدیث کو پڑھیں اور پھر سیدی الوالد کی طرف متوجہ ہوں

اور بزرگ ہستیوں کے انوار کا ذکر کریں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کیفیت نماز کی حالت میں ہوتی تھی اس کا بیان کون کر سکتا ہے بعض اشخاص نے صرف طہارت اچھی طرح نہ کی تھی وضو کے آداب سنن کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ جو کہ عبادت مقصود بالذات بھی نہیں ہے اور اس کے بھی بعض سنن اور آداب کو۔ ان لوگوں کی وجہ سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں متاثر ہوئے۔ تو پھر اور دن کی کیا بساط ہے جب کہ ان کے پیچھے نہ صرف سنن اور مستحبات کے چھوڑنے والے ہوں بلکہ فسق و فجور میں مبتلا رہنے والے افراد ہوں۔ ان کے قلوب میں زلیغ ہو، ان میں انانیت اور خود رستائی ہو ان میں دسیوں نقائص ہوں اور وہ مقتدی بنے کھڑے ہوں تو کس طرح صاف دل امام کی نماز میں خلل نہیں آئے گا۔ جس شخص کی نماز میں ایسے افراد کی شرکت سے فرق نہ پڑے تو سمجھ لینا چاہیے کہ صفائی قلب سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ چہ جائے کہ صاحب نسبت یا صاحب انوار ہو، رہے اہل سکر اور اصحاب استغراق تو ان کا بیان عنقریب آنی والا ہے۔ حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ کو جو عقیدت اور محبت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی وہ اپنا پورا اثر دکھا کر رہتی تھی ایک دن جنگل میں آپ نے مغرب کی نماز پڑھی، نماز کے بعد آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی پہلے تو آپ نے اپنے والد را حہ رحمۃ اللہ علیہما کی "لنیک رختہ" کے چند بند بڑی نیاز مندی سے پڑھے، پہلا

نہدیہ ہے۔
 یہ کیا آج ہے شان لبیک لبیک
 ہے بخشش کا سامان لبیک لبیک
 فدا ہوں دل و جان لبیک لبیک
 الہی میں ستر بان لبیک لبیک
 میں لایا ہوں ایماں لبیک لبیک

اور سچ آپ نے یہ تمیں شعر فی البزئیہ نظم کر کے پڑھے جس وقت آپ یہ
 شعر پڑھ رہے تھے محسوس ہو رہا تھا کہ آپ بارگاہ رسالت کے حضور
 میں عرض کر رہے ہیں۔

امام اہل دینی یا محمد سراج المرسلین یا محمد
 بہ درگاہت نیاز اہل عالم توبے شک نازعینی یا محمد
 طوافت می کند اہل سماوات توبرددے زمینی یا محمد
 اسی محبت اور عشق کا اثر تھا جیسا کہ پہلے لکھ چکا ہوں کہ بعض اوقات
 اہل نسبت اور پاک باطن افراد آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی مبارک صورت میں دیکھتے تھے۔

حضرت الشیخ الولی اتاودی مولانا مولوی عبدالعلی رحمۃ اللہ علیہ
 جناب مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری کے شاگرد اور جناب مولانا محمد قاسم
 صاحب نانوتوی کے خاص تلمیذ اور شیدا تھے یہ وہ ذات بابرکات تھی
 جن کے سامنے مولوی اشرف علی صاحب زانوسے ادب طے کرتے
 تھے اور جن کے دست مبارک کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے
 آپ مدرسہ عبدالرب میں رہتے تھے بلکہ یہ مدرسہ ہی آپ کے دم
 سے مدرسہ بنا تھا۔ حضرت سیدی الوالد نے سالہا سال اس مدرسہ

میں جمعہ کی نماز پڑھی ہے۔ جمعہ کی نماز کے بعد مولوی صاحب سے ملاقات ہوتی تھی اور بڑی دیر تک بہت ہی پر لطف اور بابرکت محفل جمی رہتی تھی۔ مولوی صاحب بخاری شریف کے اقتراح، یا اقسام کے موقع پر آپ کو بلاتے تھے اور آپ بہ شوق تشریف لے جاتے تھے۔ مولوی صاحب احیاناً فرط شوق کی حالت میں آپ کے گوشہ دامن کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور فرماتے تھے مجھ کو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آتی ہے۔

دلِ گردیدہ بولے حبیب است

زہے بولے کہ از کوئے حبیب است

ایک مرتبہ مولوی صاحب نے اپنا خواب اس طرح پر لکھ کر ارسال کیا "درسہ میں آپ ٹہل رہے تھے اور ٹہلتے ٹہلتے اچانک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں آپ تبدیل ہو گئے۔" میرٹھ کے واقعہ کے بعد جب آپ نے بڑے پیمانے پر صاحبِ دَرِّ فَعْنَالِکَ ذِکْرُکَ صَلَوَاتُ اللہِ عَلَیْہِ کے مبارک ذکر شریف کی مبارک اور مستور اور محبت اور مکرّم محفل منعقد فرمائی تو مخلصین نے اشتہار چسپاں کرنے کی اجازت طلب کی آپ نے فرمایا۔ شوق سے اشتہار طبع کراؤ اور ہر جگہ چسپاں کرو آپ نے اشتہار کے واسطے یہ شعر تجویز فرمایا ہے

در بار عام گرم ہوا، اشتہار دو
جن دلِ بشرِ سلام کو آئیں پکار دو

مدرسہ کے طالبان علم شریف نے اس مبارک بزم میں شرکت کا قصد کیا مولوی صاحب کو اس کا علم ہوا آپ نے سب کو بلا کر ان الفاظ سے نصیحت فرمائی۔

” حضرت شاہ صاحب کے ہاں تم سب بہ خوشی جاؤ
لیکن خیال رکھو وہاں بہت ادب سے رہنا کسی قسم کی چوڑ
چراغ نہ کرنا شاہ صاحب کو ناراض نہ کرنا ان کی ناراضگی
سے مجھ کو ڈر لگتا ہے۔“

نیک بندوں کی رضا رب کی رضا
تہر ان کا موجب قہر خدا

جناب مولوی مشتاق احمد صاحب انڈیپھری ۱۳۵۶ھ ہجری کو
شہر ٹنڈی میں حضرت برادر کلال اور اس عاجز سے ملے ان کے ساتھ ان
کے خلیفہ مولوی حافظ عبدالغنی صاحب پیش امام مسجد کشمیر میں شہرہ بھی تھے
تقریباً سوا گھنٹے مولوی صاحب بیٹھے اس تمام عرصہ میں وہ حضرت
سیدی الوالد کا ذکر خیر ہی کرتے رہے۔ آخر میں حافظ صاحب سے
مخاطب ہو کر فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو یہ سب دولت
ان کے اخلاص کی بدولت ملی تھی ان کا ہر کام اخلاص پر مبنی تھا۔
عشق رسول اور اتباع رسول صلوات اللہ علیہ کی اثر تھا کہ اللہ
تعالیٰ نے نماز میں آپ کو وہ بلند مقام عنایت کیا تھا جو اولیائے امت
میں افراد کا ملین سے مخصوص ہے۔ نماز میں قرب و حضوری کے اعلیٰ

مدارج اور الوار و تجلیات کے کثرت تو ارد سے آپ کے دیدہ دل
 میں ایسی بصیرت پیدا ہوتی تھی کہ تمام مقتدیوں کی حقیقت
 پوری طرح سے آشکارا ہو جاتی تھی ان کے خیالات فاسدہ، ادیان باطلہ
 اور عقائد نامرضیہ پردہ کی تصادیر کی طرح آپ کے آئینہ قلب پر ظاہر
 ہو جاتی تھیں اور یہ جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے محبت
 اور پیروی کا کرشمہ تھا کہ بے ادب فاسقوں کے شریک جماعت
 ہونے سے آپ فوراً متاثر ہو جاتے تھے۔ آپ نے تو حضرت
 محبوبِ علام الغیوب علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی پیروی اور
 اتباع کرتے ہوئے ان سب چیزوں کو دور کرنے کی کوشش
 فرمائی ہے تاکہ آپ کی اور مقتدیوں کی منازیک سوئی اور خاطر جمعی
 اور دل بستگی کے ساتھ اعلیٰ مدارج احسان سے ادا ہو، آپ نے
 مدۃ العمر از ابتدائے شباب تا دمِ راپس بحالِ صلاۃ کے لئے
 حوسعی فرمائی وہ آپ جیسے کمالِ انوار کے لئے واجب تھی
 اگر آپ اس قسم کا اہتمام نہ فرماتے تو یقیناً ادائے واجب میں
 مقصر رہتے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ مشہور مقولہ ہے
 مجھ سے آپ کے ایک بخاری مخلص نے کہا جو مکہ مکرمہ میں آپ سے
 بیعت ہوئے تھے اور وہیں رہ گئے تھے کہ ایک مرتبہ آپ حرم
 شریف کی مغرب کو آئے نماز ہو چکی تھی آپ نے جماعتِ ثانیہ کی
 سورہ فاتحہ کے بعد آپ نے سورہ تشریش پڑھی، جس وقت آپ نے

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ ۖ پڑھا اس وقت انوار و تجلیات کا آیا
 ظہور ہوا کہ اکثر مقتدی اس کی تاب نہ لا کر سر بہ سجده ہو گئے۔ یہ
 ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ کی ایک مثال۔ ایک مرتبہ کسی کے
 عقدِ نکاح کی محفل میں آپ تشریف لے گئے وہاں حضرت حاجی
 امداد اللہ اور آپ کے اساتذہ حضرت مولانا حبیب الرحمن مہاجر
 اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ مہاجر رحمۃ اللہ علیہم بھی تشریف رکھتے
 تھے۔ نماز کا وقت ہوا حضرت حاجی صاحب اور آپ کے اساتذہ
 نے اصرار کیا کہ آپ کو امام بنایا۔ آپ نے نماز پڑھائی، اور
 سب لطف اندوز ہوئے یہ یمنیوں حضرات آپ کے صفائے قلب
 اور خشوع فی الصلاۃ کی کیفیت سے پوری طرح واقف تھے، اسی
 باعث دل سے آپ کے قدر و مال تھے رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ

یہ کیفیت اسے ملتی ہے ہر جس کے مقدر میں

مے الفت نہ خم میں ہے نہ نشیہ میں نہ ساغر میں

- آپ کے حضرت جد امجد کے برادرِ محدث دارالہجرہ علی صاحبہا الف
 صلوة و تحیہ حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے نہایت ہی مہربان
 اور مشفق استاد تھے خورد سالی ہی سے وہ آپ کے اطوار سعادت آثار
 ملاحظہ فرما رہے تھے اور دل سے آپ کی قدر فرماتے تھے چونکہ آپ کا
 قیام مکہ مکرمہ میں تھا۔ حضرت نے آپ کو خط لکھا اور استیاق ملاقات
 کا اظہار اس طریقہ سے فرمایا۔ آپ کا خط یہ ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ از عبد الغنی، فرزند عزیز

مولوی ابوالخیر و والد النیال سلام خوانند مکتوب شمارید، از
استغفار النیال بہ علوم و عینہ و امور یقینیہ سرور شدم طویلے
لمن اثر ما یبقی علی ما یفنی۔ سبحتہ یظلمہم اللہ فی
ظلمہ یوم لا ینال الا ظلمہ، ثاب نشاء فی عبادۃ اللہ (الحمد)

بہ کدام آئینہ مآلی کہ ز فرصت این ہمہ غافل

تو نگاہ دیدہ بسلی مژہ و اکن و بہ کفن در آ

صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ وسلم (انستہی)

اہل بصیرت تو اس طرح پر آپ کی تد کرتے تھے جو ان حقائق سے

بے خبر ہو اور وہ تفسیر کرے تو کیا عجب ہے نہ

از جمال حال مرداں بے خبر باشد مکاں

از شعاع شمع تاباں بخبر باشد لکن

مشہور مقولہ ہے اللہ فی عبادہ شئون، اللہ تعالیٰ جل شانہ کے

بعض نیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو شاہ راہ محبت میں قدم

رکھتے ہی انوار و تجلیات کی تاب نہ لا کر باور و وحدت سے سرشار

ہو کر صبر و سکون، عقل و فہم کو ہاتھ سے دے بیٹھتے ہیں۔ ان

کو کسی چیز کی خبر نہیں رہتی ہے۔ ایسے افراد مجذوب کہلاتے ہیں

حضرت سیدی الوالد کے مخلصین میں حافظ محمد یوسف کی یہی

کیفیت ہو گئی تھی ایسے افراد کو مقام ارشاد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا،

بعض افراد ایسے ہوتے ہیں جن پر بعض احوال میں مدہوشی کا عالم طاری ہو جاتا ہے وہ انوار وحدت کے بحر ذخار میں غوطہ لگا جاتے ہیں ان کو اس وقت کسی بات کی خبر نہیں رہتی ہے۔ اگر نماز کی نیت باندھی ہے تو قیام ہی یہی کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہیں آپ کے مخلصین میں سے قاری عبدالغنی شامی۔ سرور افغانی، گل خاں افغانی وغیرہم برسوں اس حال میں رہے۔ ایسے افراد کا قدم مسکرا اور غیبی نبوت کے مقام میں رکھا ہوا ہے۔ یہ بادیہ و لائیت میں گھوم رہے ہیں۔ ان کو اس مقام عالی سے مقام اعلیٰ تک ابھی جانا ہے جس کو صحو اور آگاہی کا مقام کہتے ہیں اور جس کا تعلق مقام نبوت سے ہے جو کہ ارشاد و ہدایت کا مقام ہے اس مقام میں مسکرا و غیبی نبوت سے کوئی واسطہ نہیں رہتا ہے جنت اس مقام میں قدم راسخ تر ہو گا اتنا ہی صحو بیشتر ہو گا حضوری اور قرب کی جتنی بیشی ہو گی اتنی ہی آگاہی زیادہ ہو گی دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز کی حالت میں تمام کائنات کی حقیقت ظاہر ہو جاتی تھی۔ ان اسرار و حقائق کو ظاہر میں کیا سمجھ سکتے ہیں۔ جو تحقیق کا طالب ہو وہ عبدالمجید اعلیٰ امام ربانی مجدد و منیر الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرمدی قدس سرہ و افاض علی العالمین من بركاتہ و اسرارہ و انوارہ کے مکاتیب شریفہ کی طرف رجوع کرے، تیمنا و تبرکاً ذرا سی

عبارت آپ کی نقل کرتا ہوں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”باید دانست ہرچہ از احکام مکر یہ است از

مقام ولایت است و ہرچہ از صحو است بہ مقام

نبوت تعلق دارد کہ کمل تابعان انبیاء علیہم الصلوٰۃ

والتسلیمات بواسطہ صحو ازین مقام بہ طریق ترجیح

نیز نصیب است الخ“

اور آپ اکابر نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العلیہ کے بارے میں
ارتقا کرتے ہیں۔

وَعِنْدَ أَكْبَرِ الْمَشَائِخِ النَّقْشَبَنْدِيَّةِ قَدَّسَ اللَّهُ أَسْرَارَهُمْ

هُوَ الْحُضُورُ الَّذِي دَائِمًا دَلَّ عِبْرَةً عِنْدَ هَجْرِ الْحُضُورِ الرَّائِلِ

الْمُتَبَدِّلِ بِالْغَيْبَةِ فَيَكُونُ كَمَالٌ هُوَ لَا عِلَّ إِلَّا كَابِرٌ فَوْقَ جَمِيعِ الْكَمَالَاتِ

وَنَسَبَتُهُمْ فَوْقَ جَمِيعِ النَّسَبِ كَمَا دَقَّقَ فِي عِبَارَاتِهِمْ أَنَّ رُسُوبَنَا

فَوْقَ جَمِيعِ النَّسَبِ وَارَادُوا بِالنَّسَبِ الْحُضُورَ الَّذِي دَائِمًا هُوَ

الْمُتَبَدِّلُ مِنْ ذَلِكَ أَنَّ النِّهَايَةَ فِي طَرِيقِ هُوَ لَا عِلَّ الْكَمَلِ مُنْذَرَجَةٌ

فِي الْبِدَايَةِ وَاقْتَدَاءُهُمْ فِي ذَلِكَ بِصَحَابَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ فَانْهَضُوا فِي أَوَّلِ صُحْبَةِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ وَالْحَيَّةُ نَالُوا مَا تَبَيَّرَنِي النِّهَايَةُ وَذَلِكَ بِأَنْ رَاجِعَ النِّهَايَةُ

فِي الْبِدَايَةِ كَمَا كَانَتْ وَلَايَةُ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَ جَمِيعِ دَلَايِلِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ عَلَيْهِمْ

الصَّلَاتِ وَالزَّكَاةِ كَذَلِكَ كَانَتْ دَلَالَةُ هَذِهِ الْآيَاتِ الْكَافِرَاتِ
 دَلَالَاتِ الْأَدْبِيَاءِ قَدْ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى أَسْرَارَهُمْ كَيْفَ دَانَ دَلَالَتُهُمْ
 مُنْزَبَةً إِلَى الصِّدِّيقِ الْأَكْبَرِ نَحْمُ لَا فَرَادٍ مِنْ كَمَلِ الْمَشَائِخِ
 قَدْ حَصَلَتْ هَذِهِ النِّهْيَةُ لَكِنْ بِإِقْتِسَابٍ مِنْ دَلَالَةِ الصِّدِّيقِ
 الْأَكْبَرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ كَمَا أَخْبَرَ أَبُو سَعِيدٍ عَنْ دَوَامِ هَذَا الْحَدِيثِ
 قَدْ حَصَلَتْ حُجَّةُ الصِّدِّيقِ الْأَكْبَرِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
 إِلَى هَذَا الشَّيْخِ أَبِي سَعِيدٍ كَمَا نَقَلَهُ صَاحِبُ النِّفَاحَاتِ الْحَمْدُ

اگر مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کیا جائے تو حقیقت کا علم
 ہو کہ جس چیز کو ظاہر میں طبقہ اعلیٰ کہاں سمجھے ہوئے ہے، وہ
 درحقیقت مادیوں کے عالم ہے۔ حضرت سیدی الوالد کے مخلصین
 میں سے جن پر حالتِ سُکر طاری نہی جب تک انہوں نے ساحلِ
 صحرِ پر قدم نہ رکھا ان میں سے کسی کو بھی آپ نے اجازت
 و خلافت سے سرفراز نہ کیا۔ مشائخ نقشبندیہ کو اللہ تعالیٰ نے
 ایسی نعمت عطا کی ہے کہ اس کے سمجھنے سے بھی اکثر افراد قاصر
 ہیں۔ حضرت فرید الدین عطار رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

تو نقشِ نقشبندِ را چہ دانی	تو طفلی کا مژدوں را چہ دانی
گیا و سبز داند تدرِ بآراں	تو خشکی تدرِ بآراں را چہ دانی
منور از کفر و ایمان خبر نیست	حقِ نقیب کے ایمان را چہ دانی

نمبر ۱۹۔ لکھا ہے۔ مگر پھر بھی مولانا غیبت تھے۔

بصیرۃ - كَجَدَّ خَرَابِ الْمَبْصَرَةِ - پھر میں کہتا ہوں کوئی غنیمت ہے
یا نصیحت، یہ بحث یقیناً غبت ہے الْكَسْبُ مَتَّ دَاتَ لِنَفْسِهِ
(الحديث) پر نظر رکھنی چاہیے۔ آپ کیسے تھے اس کو تو اہل بصیرت
ہی جانتے تھے

آنکھوں والا ترے جو بن کا تماشا دیکھے
دیدہ گور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

بزم جمشید والوں نے پیٹھ پیچھے کر ملکہ آپ کے انتقال فرمانے کے
بعد ایک لمبا چوڑا بیان مرتب کر کے چھاپ دیا جو کران کے نزدیک تحقیق
اور کمال کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ "برعکس ہند نام زندگی کا نور"
نہ ان کو روایت کا خیال رہا نہ درایت کا اور نہ صحت کا اور اس پر
یَعْلَى - حَسْبِيَ اللَّهُ وَنَحْمَهُ الْوَكِيلُ - اِنْ مَدَّ عِيَانِ تَحْقِيقِ اور کمال
کا تو یہ کارنامہ ہے۔

اب حضرت مخدوم الانام مرشد خاص دعام کا طریقہ شریف
ملاحظہ ہو۔

آپ نے مدۃ العمر کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ پس پشت
کسی کو برے الفاظ سے یاد کیا جو کچھ آپ کو فرمانا ہوتا تھا خود اس
شخص سے فرما دیا کرتے تھے۔ بسا اوقات دیکھا گیا کہ آپ کسی سے
ناراض ہوئے اور اس کو نکال دیا پھر آپ نے کبھی اس کا ذکر نہ کیا
اگر کسی نے کبھی اس کا ذکر بھی دیا تو آپ نے خاموشی اختیار کر لی یا

اس کی کسی اچھی بات کا ذکر کر دیا۔ اور موضوع سخن بدل دیا۔ اب یہی میرٹھ کا واقعہ ہے جو ۱۳۲۹ھ ہجری کو پیش آیا۔ اس کے بعد بارہ سال آپ بقید حیات رہے کبھی آپ نے اس کا تذکرہ نہ فرمایا۔ جناب مولانا مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب صدیقی پیش امام مسجد شریف فتحپوری دہلی نے اس واقعہ کو کسی سے سُن لیا تھا۔ چونکہ مولوی صاحب سے آپ بہ محبت و شفقت پیش آتے تھے اس لئے مولوی صاحب نے آپ سے مزید تحقیق کی خاطر دریافت کیا۔ آپ نے بحواب آنا ارشاد کیا "وہ تو ہم سے اچھی طرح ملے" بحسبہ یہی آپ کے الفاظ ہیں اس کے بعد آپ خاموش ہو گئے اور روئے سخن دوسری طرف پھیر دیا۔ ایک مرتبہ آپ کے سامنے کسی نے دیوبند کے علماء کا ذکر کسی قدر حقارت سے کیا آپ نے فرمایا "مگر یہ لوگ ہیں اہل علم" اور اس طرح آپ نے اس شخص کو خاموش کر دیا۔ ایک شخص نے آپ سے دہلی کے بعض دیوبندی خیال علماء کی برائیاں بیان کیں آپ نے ارشاد کیا "میاں پھر ایسے لوگ بھی تم کو نہ ملیں گے کیوں ان پرانی ہاتھ پیر کو آپس میں ٹکرا کے توڑتے ہو" یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ کو پوری طرح ان اختلافات کا علم بھی نہ تھا جو دیوبند اور بریلی کے علماء میں تھا۔ اگر پیر سید گلاب شاہ براہین قاطعہ اور حفظ الایمان کی عبارتیں پڑھ کر نہ سناتے تو آپ کو اس کا بھی علم نہ ہوتا۔ کیونکہ اردو کے رسائل کا آپ مطالعہ نہیں فرماتے تھے بلکہ بارہا آپ نے

ہم ہر سہ برادران سے نصیحت فرمایا تھا کہ سو سال کے اندر جو تالیفات
 ہوئی ہیں ان کا مطالعہ نہ کیا کرو، متقدمین کا طریقہ آپ کو پسند تھا اور
 ان ہی کی کتابوں کو آپ مطالعہ کیا کرتے تھے۔ مخلصین سے آپ
 فرماتے تھے کہ میائے سعادت اور احیاء العلوم کا مطالعہ کیا کرو،
 آج کل کے داغظوں کی محفل میں نہ جایا کرو۔ آپ سے اگر کسی نے
 کوئی بات دریافت کی تو مختصر طریقہ پر آپ اس کا جواب دے دیا
 کرتے تھے۔ مثلاً میاں ظہور الحسن صاحب کرتپوری نے آپ کو
 اپنے وظیفہ شریف کی کیفیت لکھی اور مولوی رشید احمد صاحب
 گنگوہی کے انتقال کی خبر دی آپ نے بجواب تحریر فرمایا۔

” از عبد اللہ ابی الخیر فاروقی میاں ظہور الحسن سلام خواند
 مکتوب شمارید بر سلامتی ایماں شکر الہی است کہ بزرگ ترین
 نعمتہا است اگر از مولفات امام غزالی کیائے سعادت و منہاج
 العابدین مطالعہ کنند وہ صدق و راستی ذکر شریف رب العالمین
 بر طریقہ مقررہ خواجگان نقشبندیہ علی الدوام کنند و اگر نتوانند
 قدرے بوقت صبح و قدرے بوقت شام کنند امید واریہا است و
 بہترین نعمتہا سلامتی ایماں است۔“

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکی ما گہ طعنہ زند دیو بہ ناپاکی ما
 ایماں بہ سلامت چو لب گور بریم اخست بریں چستی و چالاکی ما
 مرگ مولوی رشید احمد زخمی است کہ مرہم نہ دارد، عالم صالح دنیا دار

مکتوب
 شریف

دریں وقت حکم عنقا وارو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔
 مردنِ این چنین یک شخص از مردن یک ہزار برودن دارالِ سخت تر
 است، اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ مُصِیْبَتَنَا فِی دِیْنِنَا وَلَا تَجْعَلْ
 الدُّنْیَا الْکِبْرَہِیْنَا وَلَا مَبْلَغَ عَلَمِنَا وَلَا تُسَلِّطْ عَلَیْنَا مَنْ لَا یَرْحَمُنَا
 وَالسَّکَافَہُ، سہ شنبہ ۲۷ جمادی الاخرہ ۱۳۲۳ھ — اور
 مولوی عبدالرحمن جالندھری نے جو کہ دیوبند میں پڑھتے تھے، اپنی
 کچھ کیفیت آپ کو لکھی اور مولوی اشرف علی صاحب کا ذکر کیا۔ آپ
 نے بحواب جو تحریر فرمایا ہے وہ بصیرہ ۲۱ میں آئے گا۔

ایک شخص نے آپ سے ”دردِ تاج“ کے متعلق دریافت کیا
 آپ نے اس سے ارشاد کیا۔ دیکھو ہم چائے پی رہے ہیں ہم نے پیالی
 بھر کر تم کو دی ہم نے تمہارا کام کیا اور اس طرح ہم تمہارے خادم ہو گئے
 اگر جبریلؑ خادِمُہ سے حضرت جبریلؑ کا اسی طرح پر خادم ہونا مراد
 لیا ہے تو قباحت نہیں ہے کیونکہ وہ وحی لے کر آپ کے پاس
 آتے تھے اور اگر خادم سے مراد نوکر چاکر سمجھتے ہو تو بہت بُری بات
 ہے اور سخت بے ادبی ہے اس میں اِہانت ہے ملائکہ پریم ایسا
 لائے ہیں ان کی اِہانت کفر ہے اور دَافِعُ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ
 وَالْفَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْآلَحِ سے اگر تم نے یہ سمجھا ہے کہ آپ
 کی ولادت باسعادت کی وجہ سے قحط اور بیماری اور دوسری تکلیفات
 کو اٹھانے نے دور کر دیا تو یہ بالکل درست اور صحیح ہے اور

دردِ تاج
 پر بصیرہ

اگر تم کہتے ہو کہ ان تکلیفات کو آپ نے دور کیا تو یہ صحیح نہیں ہے
 بلکہ آپ کی برکت اور آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا ہے
 حضرت والد ماجد رحمہ اللہ مسیلا و شریف کرتے تھے قیام کرتے
 تھے۔ مزارات شریفہ پر حاضر ہوتے تھے۔ فاتحہ و سلام کے بعد وہاں
 مراقبہ فرماتے تھے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ اپنے بزرگوں کے
 عرس کرتے تھے۔ مزارات شریفہ کی مرمت کرتے تھے حضرت حاجی
 صاحب بھی یہ سب باتیں کرتے تھے لیکن مولوی رشید احمد صاحب
 کا مسلک اس کے خلاف تھا مجھ سے مولانا مولوی حافظ حکیم
 فخر الدین صاحب حفیظ آبادی نے بیان کیا کہ مولانا مولوی محمد
 حسین صاحب الہ آبادی کے انتقال کے بعد میں نے مولوی رشید
 احمد صاحب کو خط لکھا کہ ایک نسخہ از فیصلہ ہفت مسئلہ
 درکار ہے ارسال فرمادیں۔ مولوی صاحب نے مجھ کو لکھا حضرت
 کا حکم ہے بھیجتا ہوں مگر اس میں بعض باتیں فقیر کے خلاف ہیں
 الخ۔ حضرت والد ماجد کو بھی مولوی صاحب کے مسلک کا علم
 ہو گیا تھا بلکہ مسیلا و شریف کے پاس میں آپ نے مولوی صاحب
 کو خط لکھا تھا اور مولوی صاحب نے اس کا جواب دیا تھا جو
 رسالہ خیر الموروثی احتفال المولد میں چھپ چکا ہے باوجود اس
 اختلاف کے جب مولوی صاحب کے صاحبزادے حکیم محمد سعید صاحب
 آپ کے پاس آئے۔ آپ ان سے صرف مولوی صاحب کی وجہ سے

بہت محبت سے ملے ان کو اور ان کے رفیقوں کو چائے پلائی۔ آپ کی محبت آمیز گفتگو کا اثر ان سب پر ہوا سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آخر میں آپ نے ارشاد فرمایا۔ مولوی صاحب ہمارے دوست تھے اور ہم ان کے دوست تھے! ایک مرتبہ مولوی رشید احمد صاحب کا ذکر آیا آپ نے فرمایا مولوی رشید احمد کا انتقال وہ زخم ہے جس کا مرہم نہیں ہے اگر نبرہ آدمی مرتے ہم کو انتشار بج نہ ہوتا عالم صالح کا مرنا اس وقت میں مسلمانوں کے لئے ایک مصیبت ہے اور ایک موقع پر دیوبند کے علماء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا یہ علماء مولوی رشید احمد کا دسواں حصہ بھی نہیں ہیں۔

مسائل میں اختلاف کی وجہ سے آپ نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی اور نہ آپ نے کبھی کسی کو برا کہا۔ البتہ ایمان سوز عبارت سن کر آپ کو از حد ملال ہوتا تھا چاہے وہ عبارت کسی بڑی ہستی کی ہو چاہے کسی چھوٹی ہستی کی۔ کسی کی وجہ سے اس کی بڑی عبارت کو اچھا نہیں کہا جاسکتا بلکہ اچھی عبارت کی وجہ سے اس کے قائل کی تعریف کی جاتی ہے۔ چاہے وہ مجہول ہی کیوں نہ ہو یہ تھا حضرت پروردگار برحق کا طریقہ اور یہ تھیں ان کی ایمان المرزہ باتیں۔ آپ تو از سر تا پا خیر ہی خیر تھے۔

از جمال آں دل آرا چہ تو اں نمود اگلا کہ خزاں نہ دارد اصلاً چہ بلا بہار دارد

مولوی رشید احمد صاحب

نمبر ۲۰۔ لکھا ہے ان کے مریدین اور معتقدین زیادہ تر کابلی تھے۔ انہی
 بصیرہ۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ جل شانہ و علم احسانہ کی خاص نظر عنایت
 تھی وہ تو لُحَّہ یُوضَعُ لَهُ الْقُبُولُ فِي الْأَرْضِ (الحديث) کے
 مصداق تھے۔ بخارا، میرات۔ قندھار۔ قلات، غلجی۔ غزنی، مفسر
 کشور۔ کابل۔ قلات، نصیر، شین۔ ژوب، مکران۔ خاران، صوبہ
 سرحد، سندھ۔ پنجاب، راجپوتانہ، بمبئی۔ سی پی۔ حیدر آباد، مدراس
 یوپی، بہار، بنگال، آسام، برما، حجاز، شام، کردستان، ایران
 ترکیہ۔ بیٹال میں آپ کے معتقدین اور مخلصین تھے ذلک فضل
 اللہ یؤتیہ من یشاء۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تاناہ بخشد خدائے بخشندہ

البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ آپ کی خدمت مبارکہ میں پٹھان پیش اور
 پیش تھے۔

نمبر ۲۱۔ لکھا ہے۔ مولانا ان کو سخت مزاحمت دیتے تھے
 اور وہ دم نہیں مارتے تھے۔ انہی۔

بصیرہ۔ اگر کسی شخص میں سمجھ ہے اور وہ انصاف سے کام لے گا
 تو اس بات کو وہ آپ کے کمالِ اعلیٰ کی دلیل سمجھے گا وہ سمجھ جائے گا
 کہ آپ کے پاس ضرور کوئی ایسا بے مثل کمال ہے جو دنیا میں کہیں نہیں
 مل سکتا اور اس کے حاصل کرنے کے لئے ہر قربانی پیش ہے۔

ہر دو عالم قیمتِ خود گفستی
نرخ بالا کن کر ازانی ہنوز

سٹھاس ہی پر لکھی گرتی ہے۔ شمع ہی کی تو پر عاشق و شیدا پروانہ
اپنی جان دیتا ہے تو پھر ہنوز وحدت کا کیا کہنا۔ بادۂ وحدت کے
متوالے جب شاہراہِ محبت پر قدم رکھ کر جہاںِ اکبر میں مصروف
ہوتے ہیں تو ان کی زبان پر ہوتا ہے لَوْ دِدْتُ أَنَّ أُقْتَلَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ لَأُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتَلَ۔ ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتَلَ
ثُمَّ أُحْيِيَ ثُمَّ أُقْتَلَ كَمَا أَخْبَرَ الصَّادِقُ الْمُصَدِّقُ صَلَوَاتُ
اللَّهِ عَلَيْهِ۔

مُشْتَكَانِ خَنْبَرِ تَسْلِيمِ رَا

ہر زمان از غیب جانے دگر است

مرشدِ کامل کا ہر کام اللہ کی رضا مندی کے لئے ہوتا ہے۔ ظاہر میں، یا
نا سمجھ اگر نہ سمجھیں تو اس کا کیا علاج۔ مولائے روم ایسے انسِ ادا کو
سمجھاتے ہوئے کہتے ہیں

کارِ پا کاں را قیاس از خود مگیر

زاں کہ ماند در نوشتن شیر، شیر

دہلی کے ایک مخلص آپ کے زبرد تو بیخ کے بائے میں کہتے ہیں۔

تہر و عتاب میں بھی تو رحمت ہے مستتر

یہ نکتہ کب خیال میں ناقص کے آسکے

صاحبِ ارادت و مودت و معرفت و نسبت محمد محمود شاہ افغانی اعلیٰ
اللہ درجۃ فی علیین آپ کی سزائے کیسے میں کہتے ہیں۔ چند
شر مختلف مواضع سے نقل کرتا ہوں۔

سب کو چہ اوز شیراں خوش است	زباغ لایم خاک اودل کش است
بنہ سر بریں خاک اے خاکسار	کہ فردا ز عصیاں نہ سوزی بنار
شدہ ضرب اود، چو سوطِ عمر	کنہ نقش در دل زالمیاں اثر
طریقش، بود مسلک حق پسند	برو فخر دارد ششہ نقشبند
دلیل ہمہ اہل برہاں از و است	فروغ ہمہ اہل عرفاں از و است
دلاں را بہ انوار آراستہ	بچوب انتقام از لعین خواستہ
دل پر ما صنیع ربّ جلیل	اگر بیت باشد ز صنیع خلیل
یکے صنیع خالق یکے از بشر	کہ امش بود خوب اے خوش سیر
دل عارفان عرش پر داں بود	محب عرش با فرش یکساں بود
چو دوراں رقم خیر زد در نیگیں	نشہ خیر در خیر تا یومِ دیں
بریں خیر ہر کس کہ دل بستہ شد	ز شہزاد عالم مہاں رستہ شد

ایک مرتبہ صاحبِ جذبہ و نسبت عبداللہ پٹھان کے واسطے چند
ضربِ چوب کی سزا آپ نے تجویز فرمائی۔ دوسرے پٹھان نے
تعمیل ارشاد کیا۔ جس وقت ان پر پہلی ضرب پڑی انہوں نے
ضارب سے کہا زور سے مارو، ہر ضرب پر وہ کَلِّمَ اللہ کہتے جاتے
تھے سزا پوری ہونے پر انہوں نے مسرت کا تہقیر لگایا اور وجد کی

حالت میں رقصاں اٹھے۔ تھوڑی دیر ان پر ایک خاص کیفیت طاری رہی۔ ایک منہ دوستانی مخلص اس تمام کیفیت کو دیکھتے ہی آخر میں عبداللہ سے حقیقت دریافت کی۔ انہوں نے کہا اے عزیز یہ سزا نہیں تھی یہ قومیرے لئے اِکسیرِ حیات تھی مجھ سے ایک نعرہ شہر ہو گئی تھی اور میں باطنی جلالت کھو بیٹھا تھا۔ دل پر غفلت کے پردے پڑ گئے تھے۔ میں از حد متاثر تھا۔ ہر ضرب کے ساتھ ظلمت کے پردے چاک ہوتے گئے اور جب میں اٹھا ہوں تو وصلِ محبوب نقدِ وقت تھا۔

بحمد اللہ کہ چشم باز کردہ
مرا بیا جانِ جاں سپر از کردہ

دہلی کے ایک مخلص دوسرا حج کر کے قدرے غورِ طاعت ساتھ لے حاضر ہوئے آپ نے جھڑکی کر فرمایا حج پر حج کرنے کا کیا گھمنٹ کرتا ہے! حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دد شہر پر عاجز نے مصرعے لگا کر تخمین کی ہے مقام کی مناسبت کی وجہ سے ذکر کرتا ہوں۔

ناہدِ برجہ و ریش درازِ خود نماز برفغانِ دگریہ و جشمِ بازِ خود نماز
برطوفِ سعی و برقصہ حجازِ خود نماز بر نماز و روزہ بر سوز و سازِ خود نماز

یار بے پردا است ہرگز بر نیازِ خود نماز

بندگی را شرطِ آدل راستی نیست است اِنِّہَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ قولِ حضرت است

استقبالِ امرِ خوشتر از نپارال رکعت است انفعالِ جرمِ بہتر از غرورِ طاعت است

منظرِ اے دروازِ حقیقت بر نمازِ خود نماز

مولوی سراج الدین صاحب جو سچا نیک مفتی والاں میں رہتے تھے اس وقت حاضر تھے انہوں نے عرض کیا: آپ ان کے حق میں دعا فرمائیں۔ مولوی صاحب نے یہ بات کچھ ایسی نیاز مندی سے کہی کہ آپ کا ہر لطف و مرحمت سے مُبَدَّل ہوا آپ نے متبسم ہو کر ارشاد کیا: ”میاں ہماری تو ان کے حق میں یہی دعا میں ہیں۔“ آخر کیوں نہ ہو آپ تو مریدوں کی اصلاح کے لئے ان کو زجر اور توبیخ کرتے تھے ان کی خامیوں پر ان کو ٹوکتے تھے۔ ہر شخص کے حسبِ حال اس کے ساتھ معاملہ کرتے تھے۔

یہ فقیر کہتا ہے۔ بخاری اور مسلم اپنی صحیح میں ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَخَذْتُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَنْ تُخْلِفَنِيهِ فَإِنَّمَا أَنَا نَبْرُفَاتِي الْمُؤْمِنِينَ أَذِيَّتُهُ شَتْمُهُ نَحْنَتُهُ حَبْدَتُهُ فَأَجْعَلْهَا لَهُ صَلَاةً وَزَكَاةً وَقُرْبَةً لِّقُرْبِهِ بِهَا إِلَيْكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ** یعنی اے میرے اللہ میرا عہد ہے ایک عہد جو چکا ہے تو میرے اس عہد کو اپنے کرم سے ضرور پورا کر، میں بشریوں اگر ایمانداروں میں سے کسی کو میں رنج پہنچاؤں، اس کو گالی دوں، اس پر لعنت کروں اس کو ماروں تو تو میرے اس رنج پہنچانے کو اس کے حق میں رحمت

اور پاکی اور اپنی نزدیکی کا سبب بنا۔ اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن اس شخص کو اپنا قرب عطا کر (انتہی) آپ تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق اور پیرو تھے۔ پروردگار سے آپ کی یہی دعا تھی ہم یہی سبب ہے کہ جس شخص کو آپ تنبیہ فرماتے تھے اس کے زوق اور شوق میں اضافہ ہوتا تھا اس کے قلب کی صفائی بڑھتی تھی۔ گھر جانے کا نام تک نہ لیت تھا۔ اور آپ کے درِ اقدس پر لوٹ رہتا تھا رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِينَ۔

سربراہ آراز کا شرفِ تحقیق تادیر کوئے خیر

کشتگانِ زندہ بینی انجمن در انجمن

مع ہذا یہ فقیر کہتا ہے کہ اگر آپ کی طبیعت میں پُر تو جلال تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو جمال سے بھی خوب محبت کی کیا تھا کما قال مولوی اختر شاہ خاں مع باجہالی باجلالی باکمال خوش خصال۔

جلال اپنی جگہ پر جمال اپنی جگہ پر۔ ہر طرح مقصد مرید کی اصلاح از دروں سوا آشنا دزد بردن بیگانہ دش

ایں چنین زیبا روش کم می بود اندر جہاں

جو حرمت آپ مریدوں کے حال پر فرماتے تھے تا دمِ واپسین اس کی حلاوت ان کے دلوں میں باقی رہی جو شخص آپ کی صحبت میں بیٹھ چکا ہے وہی اس کی حقیقت جانتا ہے اس وقت یہاں رہی میں جناب مولوی مفتی محمد مظہر اللہ صاحب امام فتحپوری مفتح

اللَّهُ الْمُسْتَعِثُّ بِطُولِ حَيَاتِهِ لِقِيْدِ حَيَاتِهِ هِيَ اور چند افراد اور بھی ہیں جو حضرت سیدی الوالد کی صحبت میں سالہا سال رہ چکے ہیں ان سے کوئی جا کر حقیقت معلوم کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کا یہ اثر تھا کہ آپ مَنْ رَأَاهُ بَدِيْهَةً هَابَهُ وَ مَنْ خَالَطَهُ مُحِبَّةً اَحْبَبَهُ کے مصداق بنے ہوئے تھے۔

بیدِ نِزَاں و اَرَزْدِ ہِر کہ سوشِ سِنگِ رُو
شہرِ یارِ مُلکِ بادرِ یَا گدائے بے وطن
وزِ سرِ صدق و محبت ہر کہ آمدِ نِزْدِ فِی
بادِ اَلْفِ حَشِید و درِ گزشت از جانِ تِن

نمبر ۲۲۔ لکھا ہے مولانا کا طریقہ مخدومانہ تھا۔ الخ
بصیرہ آپ کا طریقہ ہی مخدومانہ کیا تھا آپ تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیدائشی مخدوم تھے۔ آپ کے جدِ امجد قطبِ رحید حضرت شاہ احمد سعید رحمہ اللہ نے علی رؤسِ الاَشْہَادِ جبکہ آپ کی عمر شریف چار سال کی تھی اس کی بشارت مدینہ طیبہ میں دی تھی اس وقت حرم شریف نبوی میں حضرت حلقہ فرما رہے تھے اور آپ ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ کے والد ماجد اپنی تالیف شریف النساب الطاہرین میں آپ کے متعلق اس طرح ارقام فرماتے ہیں۔

تاریخ ولادت اُن کی "چراغ نبوی" ہے۔ ارادت اس فرزندِ

ارجمند کو بھی حضرت سراج الاولیاء سے ہے۔ حضرت سراج الاولیاء اپنے پوتوں میں ان کو بہت عزیز رکھتے تھے اور ثباتِ انبی خلافت خاص کی دی ہے الحمد للہ کہ آثار اس کے پائے جاتے ہیں۔ نو دس برس کی عمر میں قرآن شریف یاد کیا اور تحصیل کتب درسیہ میں مشغول ہیں۔ کافیہ پڑھتے ہیں۔ سَلَّمَ رَبِّهِ وَبَلَّغَهُ إِلَى مَرَاتِبِ الْكَمَالِ وَالتَّكْمِيلِ (انتہی)

بالائے سرش زہوش مندی

ی تانت ستارہ بلندی

صرف آپ ہی مخدوم نہ تھے بلکہ اُبَّاعَتْ حَبِیْ مَخْدُومِ ابْنِ مَخْدُومِ
ابن مخدوم تھے خانہ علم و فضل میں آپ کی آنکھ کھلی۔ دایہ شریعت نے
آپ کی پرورش کی، پستانِ طریقت سے آپ کی تربیت ہوئی۔ اور
دِیْبَتَانِ مَعْرِفَتِ میں مُخْلِمْ فِطْرَتِ نے اسرار و حقائق کے خیابانوں
سے گزار کر مَالَا عَيْنَ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ
عَلَى قَلْبِ کَبِشْرِ کے مقامِ اُعلیٰ سے آپ کو مشرف فرمایا

مُبَحَّاتُكَ اللَّهُمَّ خَيْرٌ مَّحَلِّمْ عَلِمْتُ بِالْقَلَمِ الْقُرُونِ الْأُولَى
أَخْرَجْتَ هَذَا الْعَقْلَ مِنْ ظُلُمَاتِهِ وَهَدَيْتَهُ النُّورَ الْمُبِينَ سَبِيلًا
فَسَمِعَ مَا سَمِعَ وَرَأَى مَا رَأَى وَحَفِظَ مَا حَفِظَ وَدَعَى مَا دَعَى وَ
كَانَ مَذْرُوعًا الشَّرِيفِ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْبَعِيَانِ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي كُلِّ حِينٍ وَأَنْ

ہر خے از رنگ گفتاری بدین کے رسد
 در دبايد مرد سوزد مرد بايد گامزن
 قرنها بايد که گردد نبدہ صاحب کمال
 بايزيدے در خراساں يا اولیے در قرن
 ایک رسيد پر جناب مولانا مولوی عبدالعسی صاحب نے آپ کا اسم گرامی
 اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

حضرت مخدوم الانام مرشد خاص و عام حضرت مولانا شاہ ابوالخیر
 صاحب دامت ظلہم، اور اس فقیر کا تب الحروف کی سند پر آپ کا اسم شریف
 اس طرح لکھا ہے۔ العالم الربانی الجامع بین الشریعۃ والحقائق
 مولانا عبد اللہ شاہ ابی الخیر نور اللہ مرقیہ مولوی صاحب نے جس
 وقت آپ کا اسم شریف تحریر کرایا تو بے ساختہ چشم پر نم ہو گئے اور دعائے
 خیر فرمانے لگے رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِمَا سچ ہے دلی راولی می شناسد،
 بزم تہشید راے سجدان حق تئ کو کیا جا نہیں۔

یہ عاجز کہتا ہے اس دن عصر کو مولوی اشرف علی صاحب
 نے آپ کی سواری کی شان دیکھی تھی اور جس طریقہ سے آپ نے
 جناب مولانا مولوی محمود الحسن صاحب کی دعوت کو عملی جامہ پہنا یا
 تھا اور آپ نے جلسہ موتمر الانصار کی تقریر سنی تھی وہ بھی ملاحظہ کی
 تھی اور پھر لال کرتی میں آرام کر سی پر آپ کے استراحت فرمانے کو
 بھی بہ نظر غائر مشاہدہ کیا تھا۔ ان امور کے باعث شاید انھوں
 نے یہ کہا ہو۔ حالانکہ مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم العالیہ
 میں یہ کوئی بڑی بات یا زالی شان نہیں ہے۔ اس سلسلہ شریفی میں

۱۰۰
 لبے ایسے یگانہ روزگار گزے ہیں کہ عنقائے فہم و خیال ان کے
 کمالات کے ادراک سے قاصر ہے۔ مولانا جامی اپنے پیرو مرشد
 حضرت ناصر الدین عبید اللہ احسار قدس سرہ کے بارے میں
 فرماتے ہیں۔

چو فقر اندر لباسِ شاہی آمد
 تدبیرِ عبید اللہی آمد
 اور تحفۃ الاحرار میں کہتے ہیں۔

زرد بھیاں دولت شاہی نشہ
 کو کبہ فقر عبید اللہی

آپ کو حضرت عبید اللہ احسار ہی کے سچے خادم اور جانشین تھے
 اس نسبت شریفہ کا جو بھی اثر ہو وہ کم ہے آپ خود حقیقت حال
 کو کس خوبی سے تعین شعر میں بیان فرماتے ہیں۔ ارشاد کیا ہے۔

نہ جنائتم نہ شہ نہ مولانا بندہ آستانہ عظم
 گر کنی نسبتم بہ آلِ در فیض ہر چہ گفتی آزاں بلند تر م
 در کنی زین اضافہ فی الجملہ زشت کردار خیر محترم

آپ کے مخلص صادق اور مجاز و خلیفہ برادر طریقت صاحبزادہ غلام
 عبید اللہ احسار رحمہ اللہ تحفۃ الاخیار میں جو برہنج تحفۃ الاحرار
 نظم کی گئی ہے۔ لکھتے ہیں۔

زرد ہمیں ددرِ ستمک تا ستماک دمدنہ فقر ابوالخیر پاک

خیز غفلت و طلبگار شو، در طلب خیر چو احسار شو
 نمبر ۲۳ لکھا ہے۔ یہ بھی فرمایا تھا جن خادموں کو دھنونا ہو و ضوکر لیں الخ
 بصیرہ۔ آپ نے مرید کو خادم کہہ دیا تو اس پر اعتراض بھی ہو گیا
 حاشیہ آرائی بھی ہو گئی اور حفظ الایمان کی عبارت پر ٹوکٹ بھی
 جرم عظیم قرار پائے۔ اِنِّهَا مِنْ اِحْدَى الْکِبَرِ
 مرید کو خادم کہو۔ نوکر کہو، غلام کہو اور اگر چاہو
 مخدوم کہو، آقا کہو، مالک کہو۔ اس سے نہ عاقبت برباد
 ہونے کا اندیشہ اور نہ کسی کے ایمان ضائع ہونے کا خطرہ
 ہے۔ لیکن جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بِالْفُسْنَاهُ وَبِأَعْمَانَا
 دَامَ تَنَا۔ کے بارے میں ادنیٰ سی لغزش چاہے وہ سہواً ہی
 کیوں نہ ہو یقیناً ایک بڑا جرم ہے اِنَّ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ
 وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ نص قطعی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل
 فرمائے۔

ہندوستان میں متوسلین کو مرید کے نام سے یاد کرتے ہیں
 اور جہت افغانستان میں خادم اور مرید کہتے ہیں بلکہ بعض جہات میں
 خادم کا لفظ زیادہ استعمال کیا جاتا ہے نہ تو ہندوستان میں تعظیم کا خیال
 ہے اور نہ افغانستان میں تحقیر کا سوال۔ اپنی اپنی اصطلاح ہے
 وَلَا مَشَاحَظَہٗ فِی الْاِصْطِلَاحِ مشہور مقولہ ہے۔

نمبر ۲۴۔ لکھا ہے ہمارے بزرگوں کی دوسری شان تھی وہاں عجز تھا

انکسارتھا۔ الخ

لصیرہ۔ یہاں سے بموجب بزم جمشید کی عبارت کے مولوی اشرف علی صاحب اپنے بزرگوں کی تعریف کر رہے ہیں اور ان کے اوصاف بیان کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب کے پیر بلکہ اکثر علماء دیوبند کے پیر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب تھے اور ان سب کے استاد حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب تھے۔ یہ دونوں حضرات یقیناً بزم جمشید والوں اور اکثر علماء دیوبند کے بزرگ تھے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بزم جمشید والے فی الواقع اپنے بزرگوں ہی کی تعریف کر رہے ہیں یا مطلب سعدی دیگر است والا مضمون ہے بصیرہ ۲۸ اور ۲۹ میں اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

عاجزی اور انکساری یقیناً اچھی منقین ہیں اگر اپنے محل پر واقع ہوں ورنہ اسی کو جین اور خور کہتے ہیں اسی طرح خسیلا اور تنکبر یقیناً مذموم ہیں لیکن بعض مواقع پر جو انمردی اور شجاعت کا نام ان کو دیا جاتا ہے غزوہ احد کے موقع پر جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو دجانہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک خاص تلوار عنایت فرمائی تاکہ وہ حب اک مشرکوں سے لڑیں تو حضرت ابو دجانہ اس تلوار کو لے کر کافروں کے لشکر کے سامنے رجز پڑھتے ہوئے بڑی متکبرانہ اور خسیلا کی چال چلے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس

چال کو دیکھ کر اس طرح پر اظہار خوشنودی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ اِنَّهَا بِلِسَانِيَّةٍ يَخْضَعُهَا اللّٰهُ اِلَّا فِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ، مشہور مقولہ ہے غ۔ ہر سخن دقتی و ہر نکتہ مکاتے دارد، مرشد کامل کی کیا نشان ہوئی چاہیے۔ اس کے متعلق حضرت محی الدین عربی کا ارشاد سراسر سداد خود مولوی صاحب ذکر کر رہے ہیں اور بصیرہ اورین ۲ میں اس پر بحث ہوگی۔

ممبر ۲۵ لکھا ہے وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے۔ ان بصیرہ۔ سلم اپنی صیغ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ اور سیوطی خرائط کی روایت اس طرح نقل کرتے ہیں اَنْزِلِ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مِنَ الْخَيْرِ وَالْشَّرِّ دَاخِلًا اَدَبُهُمْ عَلَى الْاَخْلَاقِ الصَّالِحَةِ مرشد کامل وہ ہے جو اس حدیث شریف پر عمل کرے مریدوں کے احوال پر نظر رکھے ان میں اتانیت اور خودی پیدا نہ ہونے دے ہر خادم کو مخدوم سمجھ لینا مریدوں کے لئے ستم قاتل ہے وہ اپنی نادانی کی وجہ سے سمجھ بیٹھیں گے۔ سمجھو من دیگرے نیست۔

خواجہ نپارد کہ مردِ واصل است

حاصلِ خواجہ بہ حسبِ نپارد نیست

علماء اعلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم ہو، فقہ کی کتاب میں چاہے اُس کو از بر ہی کیوں نہ ہوں اگر اس کو دنیا کی کیفیت

اور زمانہ کے رنگ کا علم نہ ہو اور لوگوں کی حالت سے ناواقف ہو
تو وہ ہرگز فتویٰ نہ دے ایسے شخص کے بارے میں لکھا ہے
مَنْ لَمْ يَعْرِفْ بِأَحْوَالِ النَّاسِ فَهُوَ جَاهِلٌ كَامٍ كَابِغٌ
بہت آسان ہے لیکن ہجڑے ہوئے کام کو سمجھنا بڑا مشکل ہے
ذرا سی بات پر کفر اور شرک کا فتویٰ دینا بہت سہل ہے ہزاروں
اور لاکھوں حلقہ بہ گوشان اسلام و عاشقانِ حضرت خیر الانام علیہ الصلوۃ
والسلام کو ایک جنبشِ قلم سے کافر اور شرک قرار دینے میں کیا دقت
پیش آتی ہے لیکن ایک بھٹکے ہوئے کو راہ پر لانا اور ایک بندہ کو
مالک و مولیٰ سے ملانا اور ایک ٹکڑے کو دائرۂ اسلام میں داخل کرنا وہ کام
ہے جس کی تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے ۵

دل بدست آدر کہ حج اکبر است

وز ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

علامہ ابن جوزی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے احوال شریفہ میں
لکھتے ہیں۔ ایک شخص سے آپ کی واقفیت تھی وہ ملک شام میں
رہتا تھا اور وہاں سے آپ کو کچھ تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ کچھ زمانے
سے اس کی خبر آپ کو معلوم نہ ہوئی۔ آپ نے اس کے متعلق دریافت
فرمایا۔ معلوم ہوا کہ دخترِ رز کا گردیدہ ہو چکا ہے اور اس کی حالت
نازک ہو چکی ہے آپ نے کاتب کو بلا کر اس کے نام اس مضمون کا خط
لکھوایا۔ مَنْ عَمَرَ بَنِي الْحَطَّائِيَةِ إِلَى خِلَافَةِ ابْنِ خَلَفٍ

سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ أَحْمَدُ إِلَيْكَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ غَافِرُ
 الذَّنْبِ قَابِلُ التَّوْبَةِ شَدِيدُ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَا إِلَهَ
 إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ۔ پھر آپ نے اس شخص کے حق میں دعا
 خیر فرمائی۔ حاضرین مجلس نے آمین کہی اور پھر سب نے اللہ سے
 التجا کی کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کو توبہ کی توفیق عنایت
 کرے اور اس کو اور اس کی توبہ کو قبول فرمائے۔ پھر آپ نے
 یہ خط اس شخص کو ارسال کر دیا۔ خط جس وقت اس شخص کو ملا ہے
 وہ صاحب فراش تھا آخری گھڑی سر پر آپہنچی تھی اس نے خط لیا
 اس کو پڑھا اور پھر اس طرح کہنا شروع کیا غَا فِرِ الذَّنْبِ گناہوں
 کا بخشنے والا وَقَابِلِ التَّوْبِ اور توبہ کا قبول کرنے والا اگر میں توبہ
 کروں یقیناً اللہ نے مجھ سے گناہوں کے بخشنے کا وعدہ کر لیا۔ وہ
 میری توبہ کو قبول کرے گا شَدِيدُ الْعِقَابِ (سخت سزا دینے والا)
 بصورتِ دیگر اللہ نے مجھ کو اپنے عذاب سے ڈرایا ہے ذِي
 الطَّوْلِ (بڑا فضل کرنے والا) اور طولِ توبہ بہت زیادہ سہلائی ہے
 إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (اسی کی طرف لوٹنا ہے) وہ شخص اس طرح پر
 بار بار اس عبارت کو دہراتا رہا اور روتا رہا۔ اسی حالت میں
 اس کی جاں کنڈلی ہوئی اور پھر وہ اچھی موت مرا۔ حضرت
 عمر کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو آپ نے حاضرین مجلس سے ارشاد
 کیا هَكَذَا فَاصْنَعُوا إِذَا رَأَيْتُمْ أَحَاكُمُ زَلَّ زَلَّةً فَسَدِّدُوا

وَرَفِقُوا دَادِئُوا اللّٰهَ اَنْ يَتَرَبَّ عَلَيْهِ وَلَا تَكْرُلُوا اَعْرَانَا
 لِلشَّيَاطِينِ عَلَيْهِ (انتہی) یعنی جب تم اپنے سلمان بھائیوں میں
 سے کسی کو پھیلے اور بہکتے دیکھو تو اس طرح کا معاملہ اس کے ساتھ
 کرو اور اس کو راہِ راست پر لاؤ اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ
 سے دعائے خیر کرو کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اس کی توبہ قبول کرے
 یہ نہ ہو کہ تم اس کے واسطے شیطان کے مددگار بنو الخ یعنی تم اس کو برا
 بھلا کہنا شروع کر دو۔ اور اس کے ساتھ سختی سے پیش آؤ کہ اگر
 وہ سیدھے راستے پر آنے کو بھی ہے تو تمہاری سختی اور درشت کلامی
 کی وجہ سے باز رہے۔ تمہارے اس فعل سے شیطان خوش ہوگا
 اور تم اس کے مددگار اور اعوان ثابت ہو گے۔

یہ ہے ارشادِ حکیم اور یہ ہے حکمتِ مبالغہ اور یہ ہے فراستِ
 مومن فَإِنَّمَا يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا درجہ اگر اطرافِ
 عالم میں مشہور ہے تو اللہ کی مخلوق پر جو شفقت آپ کیا کرتے تھے
 وہ بھی روشن تر از شمس تابان ہے۔ آپ کا ہر اقدام موقع اور محل
 کے مناسب ہوا کرتا تھا۔ شیطان تک آپ سے ڈرتا تھا۔ کَيْفَ
 لَا وَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّ أَرَعَ عُبْقَرِيًّا
 مِنَ النَّاسِ يَنْزِعُ نَزْعَ عَمْرٍو حَتَّى ضَرَبَ النَّاسُ بِعُطَيْنِ
 آپ تھے فاروقِ اعظم مرشدِ عالم مقتدائے زمانہ اور مصلحِ یگانہ جن کے
 اتباع اور پیروی کا حکم بارگاہِ رسالت سے نافذ ہو چکا ہے کامل مرشد

وہی ہے جو آپ کے نقش قدم پر چلے۔ وہی شیخ مصلح کہلانے کا مستحق ہے جو ہر مرید کو پرکھے اس کی صلاحیت کو دیکھے اس کے استعداد پر نظر رکھے اور پھر اس کے ساتھ اس کے نمایاں شان معاملہ کرے ایک نور شخص حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اس کو آپ سے ایک خاص محبت اور عقیدت تھی وہ اپنی نیاز مندی کے اظہار کے لئے آداب عرض کہنے ہی کو بہتر سمجھتا تھا یہی اس کا شجیہ تھا۔ جناب مولوی محمد میاں کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعہ کی شب کو آپ کی خدمت بابرکت میں بستی نظام الدین اویار سے حاضر ہوا کرتے تھے اور رات کے ایک دو بجے تک حلقہ مبارکہ میں بیٹھتے تھے۔ انھوں نے جب اس نوجوان کا شجیہ سنا تو ازراہ شفقت اور اتباع سنت اس سے نصیحت فرمایا میاں افساد علیکم کہا کہ چونکہ اس کی حالت اور کیفیت اس امر کی مقتضی نہ تھی، اس لئے آپ نے مولوی صاحب سے ارشاد کیا۔ مولوی صاحب اس نوجوان کو اپنی حالت پر رہنے دو، یہ نوجوان ساہا سال آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور کمالات کے مدارج طے کرتا رہا رحمہ اللہ۔

زاہد بہ نماز و روزہ ربطے دارد عاشق بہ مے و مدام ضبطے دارد
معلوم نہ شد کہ یا سرور ز کیفیت ہر کس بہ خیال خویش ضبطے دارد
نمبر ۲۶ لکھا ہے وہ اتباع رسول میں فنا تھے ان کا اخلاق وہ تھا

جو ہمارے رسول کا اتحادہ محقق تھے وہ کامل تھے ان کی شان
محال یہ تھی کہ کسی شے کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ الخ

لصیرہ۔ اتباع رسول میں فنا ہونا اور آپ کے اخلاق شریفہ
سے متعلق ہونا یقیناً بڑی نیک سنجی اور خوش نصیبی ہے جس کو یہ دولت
مل جائے اس کا کیا کہن۔ بلکہ جس شخص کو ایسا کامل استاد یا پیر ملے
اس کی انتہائی خوش نصیبی ہے اس کے لئے مقام صد شکر ہے
کہ اللہ نے اس کو ایسا رہبر دیا۔

عمر قیامت کا سمجھو کیا ڈر سعیدِ قداں ہے تیرا رہبر
رسول تیرا شفیع محشر غفور بیشک ہے تیرا مولا

اگر کوئی شخص اپنے استاد یا پیر کی تعریف ان الفاظ سے کرے جو
بزمِ ہمبشید والوں نے لکھے ہیں تو اس کے قول کی تصدیق یا تکذیب
خود اس شخص کے عمل سے ہوگی۔ دیکھا جائے گا کہ آیا یہ شخص اپنے
ایسے کامل اور عالی مرتبت مرشد کے ارشاد پر عمل کرتا ہے یا نہیں
اگر وہ اپنے مرشد کے ارشاد کو مرتے دم تک نہیں سہولتا۔ اس
کے طریقہ کو نہیں بدلتا۔ اس کے ہر قول و فعل کو اپنے لئے حجت
قرار دیتا ہے اور کہتا ہے

ہم سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مفاں گوید

کہ ساک بے خبر نمود ز راہ در سیم منزل ہا

تو سمجھ لینا چاہیے کہ جو کچھ یہ اپنے مرشد کے بائے میں کہہ رہا ہے

وہ سچے دل سے کہہ رہا ہے اور جو شخص اپنے مرشد کی تحقیقات کی قدر نہ کرے اس کے ارشاد کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دے تو سمجھ لیتا چاہیے کہ اس شخص کی نظر میں مرشد ایسا عالی مرتبت نہیں ہے جس کا وہ اظہار کر رہا ہے۔ بلکہ اس کی نظر میں مرشد کا مرتبہ خود اس کے مرتبہ سے کم ہے کیونکہ وہ اپنی تحقیق پر عمل کر رہا ہے اور پیر کے طریقہ کو غلط سمجھ رہا ہے وہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر لوگوں کے سامنے اپنے مرشد کی تعریف کر رہا ہے ورنہ وہ **هَمْ رِجَالٌ دَنْحَتْ رِجَالٌ** کا قائل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ بزم جمشید والے حضرت حاجی صاحب اور حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کو فی الواقع محقق اور کامل سمجھتے تھے یا ان کا کسی خاص مصلحت کی بنا پر زبانی جمع خراج اور عنوان جمیل ہے۔

حرف شیریں است دعنوان دل رُبا
خیر بادا تا چہ آید مدعا

عنقریب بصیرہ ۲۵ میں اس بات پر روشنی ڈالی جائے گی۔
نمبر ۲ لکھا ہے۔ ان کے انوار مثل تیز روشنی کی قندیل کے تھے کہ اگر ہزاروں ظلمات ان کے سامنے جمع ہوں ان سب پر وہی غالب رہے۔ الخ

بصیرہ چونکہ حضرت پر دست گیر روشن ضمیر نماز کے لئے خاص طور سے اہمیت فرماتے تھے جس سے بزم جمشید والے یکسر ناشائستہ

اس لئے وہ یہ سمجھے کہ یہ بات نور کے مدغم ہونے کی وجہ سے تھی اگر
نور زیادہ اور تیز ہوگا تو کسی بات کی وجہ سے نماز میں خلل واقع نہ
ہوگا۔ صرف اس بات کے ثابت کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کی
توفیق و ایصالِ نفع سے یہی جا رہی ہے۔ لیکن

رَوَيْدٌ يَقْرَأُ الْأَمْرُ فِي مُسْتَقَرٍّ
فَمَا الْمَجْدُ عَمَّا تَفْعَلُونَ بَنَائِمُ

بزمِ جمشید والوں کو ذرا خیال کرنا چاہیے کہ صرف نور کی تیزی کمالِ صلوٰۃ
اور سراجِ بندگی کے لئے کافی نہیں ہے۔ ہزار نور ہو، تیز روشنی ہو
نظر بھی خوب قوی ہو۔ جب تک چلنے والا اپنے مواقعِ اِتِّدَامِ پر
نگاہ نہ رکھے گا وہ اپنے کو ہلکے سے نہیں بچا سکتا وہ یقیناً کسی
حادثہ کا شکار ہوگا۔

چاہ است و راہ و دیدہ بینا و آفتاب
تا آدمی نگاہ کند و پیش پائے خویش
چندیں سپراغ دارد و بے راہ می رود
بجز از تانفتد و بنید سزلے خویش

نماز کے کمال کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ دل بہ تمام و کمال اللہ
تعالیٰ جل شانہ کی طرف راجع ہو، کوئی شے دل کو اپنی طرف
متوجہ نہ کرے نمازی اپنے کو اللہ کے حضور میں پاتا ہو۔ اگر وہ
اللہ تعالیٰ کے انوار کو دیکھے تو کیا کہتا۔ نہیں تو یہ سمجھے کہ مالکِ مولى

مجھ کو دیکھ رہا ہے۔ جب نمازی اپنے کو اس حال میں پائے گا تو وہ ہرگز کسی شے کی طرف متوجہ نہ ہوگا اور جو چیز اس کے حضور اور دل بستگی میں خلل ڈالے گی وہ اس کو دور کرنے کی کوشش کرے گا۔ میں بصیرہ میں چند احادیث شریفہ لکھ چکا ہوں۔ ذرا ان کو خیال سے پڑھا جائے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انوار کی کیا کمی تھی آپ تو سراپا نور اور سراج منیر تھے۔ آپ کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تو آپ کی قرأت میں اس فعل کی وجہ سے رکاوٹ پڑی اور نماز کے بعد آپ نے اس شخص کو تنبیہ کیا کہ وہ کیوں نماز میں خلل کا سبب بنا۔ ایک شخص نے آپ کے پیچھے اخیر کی صفوں میں آداب صلاۃ کے منافی کوئی عمل کیا۔ آپ نے سلام پھیر کر اس سے ارشاد کیا۔ تجھ کو اللہ کا ڈر نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کہ تو نے کس طرح نماز پڑھی ہے۔ آپ نے پردہ کو مٹوایا۔ عمدہ دھاری دار چادر جو کہ جاذب نظر تھی اپنے بدن اطہر سے الگ کی۔ اگر صرف نور کی تیزی نماز کے محال کے لئے کافی ہوتی تو آپ ان دونوں شخصوں کو کیوں تنبیہ نہ مانتے۔ آپ عائشہ صدیقہ کے پردہ کو کیوں الگ کراتے۔ آپ اپنی مبارک چادر کو کیوں بدلواتے ذرا تو خیال کرو کوئی کتنا ہی بڑا دلی کیوں نہ ہو۔ قیوم ہو۔ غوث ہو، قطب ہو فرد ہو۔ ابدال میں سے ہو، اوتاد میں سے ہو۔ یقیناً وہ ایک ادنیٰ صحابی کے خاک پا کے برابر نہیں ہے۔ ہر صحابی آسمان رفعت پر ایک

چمکتا تارہ ہے۔ مع انہذا حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نے آپ سے شیطان کی شکایت کی، آپ نے ان سے فرمایا اس شیطان کا نام خنزب ہے اور پھر آپ نے اس کے دفعیہ کا علاج بتایا۔ اگر نور کی تیزی کے باعث شیطان لعین نماز کو خراب کرنے سے عاجز رہتا تو حضرات صحابہ کے پاس انوار کی کیا کمی تھی۔ جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مابین موجود تھے ہر وقت اور ہر آن بے اندازہ انوار و برکات کا نزول ہو رہا تھا مشکات شریف کی کتاب الطہارت فصل ثالث میں نسائی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی، آپ نے سورہ روم تلاوت فرمائی آپ کو التباس ہوا، نماز کے بعد آپ نے ارشاد کیا مَا بَالُ أَقْوَامٍ يُصَلُّونَ مَعَنَا لَا يَجَسُّونَ الطُّهُورَ دَائِمًا يَلْبِسُ عَلَيْنَا الْقُرْآنَ أَوْلَيْكَ یعنی کیا حال ہے ان لوگوں کا کہ ہماری ساتھ نماز پڑھتے ہیں اچھی طرح طہارت نہیں کرتے اور ہم کو قرآن مجید میں التباس یہی لوگ ڈالتے ہیں۔

شیخ عبدالحق رحمہ اللہ مشکات کی فارسی شرح اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں دیکھو مسئلہ جلد اول

اسی جامع عبرت و تذکار است مرعاض را در تاثیر صحبت کہ سید رسل صلوات اللہ و سلامہ علیہ بہ آل مرتبہ

و جلالتِ شان در حالتِ قرأتِ قرآن در نماز کہ اعظم حالات و اقرب اوقات اوست در قرب حضرت رب العالمین از صحبت یکے از احادِ اُمت بہ ترکِ سنن و بعضی آداب و ضو کہ نہ عبادت مقصود لذاتہ است متاثر گرد و چہ جائے دیگران کہ بہ مصاحبت و مخالفت اہل فسق و بدعت گرفتار باشند و شب و روز بالایشان باشند (انتهی)

اس حدیث شریف کو خیال کرنا چاہیے اور پھر حضرت شیخ کی عبارت کو سمجھنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سراپا نور اور سراج منیر سید المرسلین اور محبوب رب العالمین تھے ان لوگوں کی وجہ سے جنہوں نے اچھی طرح طہارت نہ کی تھی وضو کے بعض سنن اور آداب کو چھوڑ بیٹھے تھے۔ اپنی نماز مبارک میں متاثر ہوئے تو پھر ایسے لوگوں کی شرکت کا کیا کہنا جو دن رات فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایسے افراد کی شرکت سے بھلا نماز میں خلل کس طرح نہیں واقع ہوگا یہ عاقل نہ کہتا ہے کہ جس شخص کی نماز میں ایسے افراد کی شرکت سے خلل واقع نہ ہو تو وہ شخص یقیناً صاحب کمال نہیں ہے حضرت مخدوم الانام سیدی الوالد رحمۃ اللہ علیہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ شریفہ پر عامل تھے بھلا آپ پر کیا اعتراض وارد ہو سکتا ہے اور بزمِ ہمیشہ والے

آپ کی کیا تنقیص کریں گے۔

در سفایں کاسہ رنداں بخواری منگرید
 کیں عزیزاں خدمتِ جامِ جہاں میں کردہ اند
 قدسیاں بھے بہرہ اندازِ جرعت کاس الکرام
 ایں قطا دل میں کہ باعثِ شاق سکیں کردہ اند
 مع ہذا یہ عاجز کہتا ہے کہ اگر ذرا دقیق نظر سے کام لیا جائے تو
 معلوم ہوگا کہ حبیبِ زیادہ نور ہوگا نظر میں اتنی ہی تیزی آئے گی
 اگر راستہ میں ایک سوئی بھی پڑی ہوگی وہ بھی دکھ جائے گی
 یہی حال نمازی کا ہے حبیبِ اس کا قلب صاف ہوگا اور حبیبنا
 اس کا قدم صحنہ کے مقام میں راسخ ہوگا اور حبیبنا وہ مقام
 ارشاد کے قریب تر ہوگا اتنی ہی اس کی بصیرت زیادہ ہوگی
 اور ہر شے اس کو صاف نظر آئے گی۔

بصیرہ ۱۵ میں جو پانچویں حدیث مشکات سے لکھی ہے
 ذرا اس کو خیال سے پڑھنا چاہیے اور سہرا بن حجر کی عبارت
 کو خیال سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ ان حقائق کو علمائے اعلام
 خوب اچھی طرح بیان کر گئے ہیں۔ میں اس محبِ لہ میں کیا بیان
 کر دوں، حضرت سیدی الوالد رحمہ اللہ علیہ کا نور کتنی روشن
 اور قوی تھا اس کا علم علام الغیوب ہی کو ہے جو مابت مجھ کو
 یقینی طور پر معلوم ہے اور جس کا ایک جہاں قائل ہے وہ آپ کے

قلب شریف کی صفائی تھی ذرا سے دسو سے کو آپ فوراً پکڑ
 لیتے تھے اس کے متعلق میں بصیرہ ۱۸ میں کچھ لکھ چکا ہوں
 اب آپ کے حلقہ کی کیفیت بہت مختصر طور پر لکھتا ہوں۔
 جب حلقہ شروع ہوتا تھا۔ ابتداً قلوب کی صفائی سے
 ہوتی تھی۔ گھنٹہ سوا گھنٹہ حبلائی شان کا ظہور ہوتا تھا۔ اس
 عرصہ میں وہ اندر اور جو صرف برائے ملاقات آئے ہوئے
 تھے مَرخص ہو کر چلے جاتے تھے۔ ظلمت کے بادل چھٹ جاتے
 تھے۔ تخیلیہ کمل ہو جاتا تھا۔ تخیلیہ کی نوبت آتی تھی، صرف
 وہ لوگ رہ جاتے تھے جن کے کانوں میں اِنِّی مَعَ اللّٰهِ سَاعَةً
 کا شیریں نغمہ سمیت رہتا تھا اور جن کے دلوں کو اِنِّی الْحَمْدُ
 مُضَعَّفَةٌ کی دلکش صدا تڑپائے ہوئے تھی فلک ہدایت کے
 افق پر انوارِ معرفت کے سپیدہ کا ظہور ہوتا تھا، حبالی دورانی
 شان دکھاتی تھی اہل دل کی محفل جمی تھی انوار و برکات فیوضات
 کی ندیاں بہتی تھیں بادۂ وحدت کے جام پر جام پلائے جاتے تھے
 وہ جام جس کے مست شہ نقشبند ہیں،،

وہ جام جس سے راہ فنا و بقا ملے
 وہ جام جس کی بوسے اڑیں قدسیوں کے موش
 وہ جام سلسبیل میں جس کا مزا ملے
 وہ جام جس سے لالہ و گل میں ہے رنگ و بو
 وہ جام نیرین کو جس سے ضیا ملے

وہ جام جس سے خاتمہ بالآخر ہو نصیب

وہ جام جس کی بادہ کشی سے خدا ملے

اس وقت کی حالت دیکھنے کی ہوتی تھی، خوش نصیب ہیں وہ
پاک نہاد اسرار جو اس دولتِ سرمدی سے مستفید ہوئے اور
ان کے سینہ گنجینہائے اسرار و انوار بنے اور نیک بخت ہیں وہ
عالیٰ نژاد جو شرابِ معرفت کے جاہائے رنگیں چٹھا کر حق کے
ستارے بنے اور سخراتِ محبت پی کر ہر دو جہاں سے رد گرداں
ہو کر ذاتِ پاک وعدہ لا شریک لہ کے والدِ شیدا ہوئے۔

زاں سے خوردم کر روح خم خانہ اوست

مستے شدہ ام کہ عقل پیما نہ اوست

دودے بہ من آمد آتش درین زد

زاں شمع کہ آفتاب پر دانہ اوست

اس بزم صاف کیشاں کا کچھ حال برادرِ طریقت غلامِ احرار حسب
زادہ غزنوی رحمہ اللہ تحفۃ الاخیار میں اس طرح پر لکھتے ہیں

برادرِ اوشاہ و شاہ دیدہ ام	پاک رُداں ماہ و شاہ دیدہ ام
یک زردہ عشق شدہ جامہ در	یک بہ فنا مشق زردہ خامہ در
یک زردہ سُکر شدہ پائے زن	یک بہ رہِ سُخورد بقا پائے زن
یک بہ نماز از سرِ صدق و حق	گریہ کنان از رہِ ذوق و سرور
یک شدہ غرقاب فنا آں چناں	کش نہ اثر ماندہ ز خود زنی شاہ

بعض بدیدیم کہ مستہلک اند غرق بہ نسیاں ہمہ مستغرق اند
 یک شدہ حیرت زدہ اندر جلال یک مترقب شدہ اندر جمال
 بعض قدم تا بہ نہایت زدند خوش بہ رجوع راہ بدایت زدند
 خوب بدیدیم در اں بارگاہ کار گر اپنند در اں کار گاہ
 اہل کمال اند و ہمہ سرفراز کامرہ اند از زہ دور و دراز
 بر در او خاک نشیں گشتہ اند تخم محبت در صفا کشتہ اند
 راہ روانند دریں راہ پاک قافلہ سالار ہماں شاہ پاک
 نمبر ۲۸۔ لکھا ہے۔ ایسے کامل کو حق ہے اصلاح کا۔

بصیرہ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت حاجی
 ادا اللہ یا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہما الرحمۃ نے اس سلسلہ میں
 کونسا قدم اٹھایا ہے اور اصلاح کے حق کو کس طرح پر استعمال
 کیا ہے اور سچہ دیکھنا یہ ہے کہ ان کے مریدوں یا شاگردوں
 نے ان کے اصلاحی اقدام کو بہ نظر استحسان دیکھا ہے یا معاملہ
 بالضد ہے۔

میلاد شریف کی مبارک محفل کے متعلق حاجی صاحب، اور
 مولانا صاحب کی خاص لکھت پر مبنی نصیحت اور پر خلوص مشورہ
 بصیرہ میں فیصلہ سہفت مسالہ اور انوار ساطعہ ص ۱۹
 سے نقل کر کے لکھ چکا ہوں ان دونوں حضرات نے محفل مبارک
 کو مع قید تاریخ اور قیام کے برکات کا ذریعہ بتایا ہے اور

زمانہ کے رنگ کو دیکھتے ہوئے اس کار خیر کو صرف بہتری نہیں
 کہا ہے بلکہ فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ یہ تھا ان حضرات کا
 اصلاحی اقدام اور یہ تھا ان دونوں باکمال حضرات کا مبارک
 طریقہ۔ فَجَزَاهُمَا اللَّهُ عَنْ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ خَيْرًا۔
 اس میں تو کسی کو شک نہ ہوگا کہ حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ
 مولوی اشرف علی صاحب کے پیر تھے اور ان کے بڑے اور
 بزرگ تھے۔ لہذا جو شخص مولوی صاحب کی یہ عبارت پڑھے
 گا اس کو یقین ہوگا کہ مولوی صاحب کا طریقہ اپنے پیر و مرشد
 کے طریقہ سے سرِ مو مخالف نہ ہوگا کیونکہ وہ تو اپنے بزرگوں
 کو اتنا عظیم المرتبت مانتے ہیں اور ان کے واسطے اصلاح کا حق
 تسلیم کرتے ہیں وَلَكِنْ دِيَالًا مَسْفَاةً

إِنَّ مَنْ يَدْعِي بِمَا لَيْسَ فِيهِ
 كَذَّابٌ شَوَاهِدُ الْإِمْتِحَانِ

یہاں پر یہ کہنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھ کو مولانا رشید احمد
 صاحب یا ان کے مہنوا دیگر افراد سے قطع کوئی غرض نہیں
 ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب اپنے پیر و مرشد کی حیات
 میں اپنے خاص طریقہ پر تھے اور جب مولوی اشرف علی صاحب
 مکہ مکرمہ سے فیصلہ سہفت سال لے کر آئے اور اس کو
 علیہ طباعت سے آراستہ کر کے چار اطراف منتشر کیا تو

مولانا صاحب نے صاف طور پر کھلم کھلا کہہ دیا کہ اس رسالہ شریفہ کی بعض باتوں سے مجھ کو اختلاف ہے ان کے خط کا حصہ بصیرہ ۱۹ میں لکھ چکا ہوں اور نہ مجھ کو اس سے کچھ بحث ہے کہ بعض افراد نے مطبع حدیقۃ العلوم واقع شہر میرٹھ میں ایک اشتہار طبع کرایا کہ حاجی صاحب سے بیعت طریقت میں کی ہے شریعت میں ان کے متبع نہیں ہیں کیونکہ یہ مریدوں کا اور ان کے سرکا معاملہ ہے۔ دوسروں کے معاملہ سے مجھ کو قطعاً بحث نہیں میں تو بزم جمشید والوں یا مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق بھی کچھ نہ لکھتا اگر یہ لوگ سیدی دہندی و حجتی و وسیلی و مرشدی و معتمدی و مربی و والدی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

زیر یک نقطہ اش چوں سنبل تر شمیم و صہل جاناں می زند سر
وے آں کز برودت درز کام است چہ داند نافہ اش گرد ریشام است
کے بارے میں مکروہ۔ دل آزار اور بے بنیاد باتیں نہ بناتے چونکہ
ان لوگوں نے از روئے بغض و عناد صرف آپ کو ناقص ثابت
کرنے کے لئے اپنے بزرگوں کی ایسی تعریف کی ہے کہ خود ان
کا طریقہ ان کے اقوال کے باسے میں بتا رہا ہے لَقُولُوا
بِأَفْوَهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ اور یہ صرف اس لئے کہ
بزرگوں کے نام کی وجہ سے لوگوں کے اعتراضات سے بچ جائیں
اگرچہ اپنے بچاؤ کی اچھی صورت نکالی ہے لیکن یہ

مَا كُنَّا مَاتِيْمِي الْمَرْءُ يَدْرِكُهُ
تَجْرِي الرِّيحُ بِهَا لَا تَشْتَهِي السَّفِينُ

مولوی اشرف علی صاحب سالہا سال کانپور میں رہے وہاں بڑی
عقیدت، محبت اور دھوم دھام سے محفل مبارک میلاد شریف
خاص بارہ ماہ مبارک ربیع الاول الانور کو منعقد کرتے رہے اور
بہت ہی نیاز مندی اور شوق سے قیام کرتے رہے اس تمام عرصہ
میں ان کو کبھی اس افضل المذہبات میں کسی قسم کی کوئی خرابی
نظر نہ آئی۔ نہ کبھی اس کو بدعت یہ سمجھا اور نہ کبھی اس میں
شرک کی ظلمت نظر آئی اور نہ کبھی۔ العیاذ باللہ، مثل کنھیا کے
جنم کے جانا۔ اسی عرصہ میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں
چنے مرید ہوئے خلیفہ ہوئے اور کتاب فیصلہ ہفت مسالہ
نے کرواپس آئے۔ یہاں کتاب طبع کرائی۔ بعض پیر سبائیوں نے
کہا اس کتاب کو طبع نہ کرائے بہتر ہوتا۔ اسفول نے بحواب کہا
پیر و مرشد کے ارشاد کو میں کس طرح سجا نہ لاتا۔ ماہ جمادی الآخرہ
۱۳۱۷ھ ہجری کو حضرت حاجی صاحب رحلت فرمائے خلد بریں
ہوئے۔ اب مولوی صاحب کے لئے راستہ صاف ہوا فیصلہ
ہفت مسالہ فرسودہ اور ناقابل عمل ہو گئی۔ براہین قاطعہ میں نئی
روشنی ظاہر ہوئی۔ ترقی اور کمال اور تحقیق کی شاہراہیں دکھنے
لگیں اور ۱۳۱۹ھ ہجری ماہ محرم میں حفظ الایمان کا ظہور ہوا اور

اس طرح مولوی صاحب اپنی منزل مقصود کی طرف بڑی تیزی
 سے بڑھنے لگے وہ کتنے بڑے اور انھوں نے کیسے کیسے مدد
 ملے۔ اس کے متعلق خود مولوی صاحب ماہ محرم ۱۳۵۸ھ
 کو اس طرح بیان دیتے ہیں۔ جس طرح حضرت مولانا گنگوہی
 رحمۃ اللہ علیہ کو لوگوں نے نہیں پہچانا خدا صاف کرے، خدا صاف
 کرے مجھ کو بھی نہیں پہچانا۔ دیکھو رسالہ بزم جمشید کے
 صفحہ ۳۶ پر سطر سات اور آٹھ کو، بے شک بے شک جو لوگ
 اللہ تعالیٰ کے کلام پاک کو سمجھنے میں اپنی عمریں صرف کر رہے ہیں
 اور جو جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کے بحر
 و غار نامتناہی سے آتش شوقِ طلب کو بجھانے میں مصروف
 ہیں اور اپنی تشنہ لبی کو قَادِحِیْ اِلَیْ عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کے دریائے
 شیریں کے منہ اہل غذبہ اور سوارِ دھافیہ سے سیراب کرنے میں
 مشغول ہیں سبھی وہ اس اردو عبارت کو جس کو خود مولوی صاحب
 نے ۲۳ سال کے بعد بدلا۔ یا خود مولوی صاحب کی ذات کو
 کیا سمجھیں ۵

برہمن بتوں کو خدا جانتے ہیں

خدا کو خدا جاننے کیا جانتے ہیں

مولوی اشرف علی صاحب تو جناب حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم
 کے علم شریف کو اس آسانی سے سمجھ جائیں اور خود ان کی ذات

عقول بشر کی سمجھ سے بالاتر ہو جائے، یہ ہے اس نئی تحقیق اور کمال کا کرشمہ، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔

وَصَّافِیٰ خود بہ زعمِ حاسدِ تا کے ترویجِ چنین متاعِ کاسدِ تا کے تو معدومِ و خیالِ ہستی از تو فاسدِ باشد خیالِ فاسدِ تا کے

یہ عاجز کہتا ہے مولوی اشرف علی صاحب یہ سب کچھ کرتے، بلکہ اس سے زیادہ اپنی تعریف و توصیف کرتے اور اپنی عظمت و

کمالات کا اظہار کرتے لیکن اپنے نام سے کرتے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ وہ اپنا قدیم طریقہ چھوڑ رہے ہیں اپنے پرورد

مرشد کے مسلک کو بدل رہے اور اپنے نئے طریقہ کو غلط طور پر بزرگوں کا نام لے کر سزدغ دے رہے ہیں۔ اور

اپنی بُضَاعِ مُرْجَاۃ کو بڑی ہستیوں کے نام سے ترویج دے رہے ہیں۔ اصحابِ تحقیق اور اہلِ کمال کو جو کچھ کرنا ہوتا ہے

اپنے نام سے کرتے ہیں ان کا عزم ان کا جزم ان کا عمل ان کا حوصلہ بہ لسانِ حال کہتا ہے۔

وَإِنِّي وَإِنْ كُنْتُ إِلَّا خَيْرٌ زَمَانًا
لَّآئِي بِهَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ إِلَّا دَائِلُ

حضرت سیدی الوالد دروازہ پر دربان بٹھاتے تھے ایک شخص نے عرض کیا آپ کے بزرگوں کا یہ طریقہ نہ تھا آپ نے بحواب یہ آیت شریفہ پڑھی کُلِّ نَفْسٍ بِهَا كَسَبَتْ رَهِيْنًا آپ نے یہ نہ کیا

کہ اپنے کسی بزرگ کا نام لے کر اپنے لئے راہِ جواز نکالیں بلکہ آپ
نے فرما دیا کہ ہر شخص اپنے عمل کا جواب دہ ہوگا، یہ ہے اہل
تحقیق کا اقدام اور یہ ہے اہل عزم کا جواب لِبِئْسَلِ هَذَا
فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ۔

علم ظاہر میں محقق کہلانے کا مستحق کون ہو سکتا ہے۔ اس بیان
کو علماء کی تالیفات میں دیکھا جائے۔ دیگر مذاہب کا مجاہد کو علم نہیں۔
احسان میں علامہ ابن الہمام کو محقق کہا جاتا ہے ان کے بعد محقق
کہلانے کا مستحق کون ہوا ہے کیا کسی کا نام لیا جاسکتا ہے، جہاں
تک درایت کا تعلق ہے وہ عنف صفت ہو چلی ہے جتنے بھی
علماء گزرے ہیں وہ اصحاب نقل اور جمع ہوئے ہیں متقدمین
اور محققین کی عبارت کو صحیح طور پر سمجھ کر اگر اپنی تالیف میں
کوئی بیان کر دے۔ اسی کو بڑا کمال سمجھنا چاہیے۔ ہاں بعض
خصوصی مسائل میں بعض افراد نے تحقیق کی ہے ایسے افراد کو محقق
علی الاطلاق نہیں کہا جاسکتا۔ اس موضوع کو یہ عاجز کتاب
الحجۃ فی مسائل النجیۃ والقبضۃ میں قدرے بوضاحت بیان
کر چکا ہے۔ ہندوستان میں زیادہ تر یہ دیکھنے میں آ رہا ہے
کہ بعض مسائل میں علامہ ابن تیمیہ دمشقی اور محمد بن عبدالوہاب
نجدی کا نام لئے بغیر اگر ان کے بیان کردہ مسائل کو کوئی بیان
کرنے لگے اور اظہار کے بغیر ان کے طریقہ پر چلنے لگے اور عام

مسلمانوں کے طور طریقہ میں جگہ جگہ شرک اور کفر نظر آنے لگے اور جا
و بے جا بدعت کی گردان دہرائی جانے لگے اور اکابر اولیائے امت
مثلاً حضرت سعید بن جبشہ الدین چشتی حضرت قطب الدین بختیار کاکی حضرت
فرید الدین گنج شکر حضرت علاء الدین صابر حضرت نظام الدین اولیا
حضرت نصیر الدین حسہ راغ دہلی قدس اللہ اسرارہم کے مبارک نام
استخفاف اور اہانت سے لینے لگے تو ایسا شخص محقق کہلانے کا
مستحق ہو جاتا ہے ذَا لِكَ مَبْلُغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ۔

اصلاح کرنے والے کو مصلح کہتے ہیں رسم اور رواج تو

قدیم الایام ہی سے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم ان امور میں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف
سے کوئی حکم نہیں ملتا تھا بہ نسبت مشرکین کے اہل کتاب کی سوا
پسند فرماتے تھے۔ دین میں تو کسی کی موافقت یا مخالفت کا سوال
ہی نہیں ہے سب کچھ رسومات اور عادات کے بارے میں تھا
ہر ملک اور ہر قوم میں الگ الگ رسم و رواج ہوتے ہیں، امتداد
زمانہ سے رسومات میں بعض قباحتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مصلح وہ
ہے جو ان قباحتوں کو دور کرے۔ جو شخص پرانے طور اور طریقوں
کو بالکل غلط قرار دے اور ان کو بند کرے وہ مصلح کہلانے
کا مستحق کہاں سے ہو گیا۔ وہ تو روکنے والا اور مانع ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ ماہِ رجب میں سورہ تبارک

پڑھتے اور اطعام طعام کے بارے میں شفا السائل میں تحریر فرماتے ہیں۔ "خواندنِ سورہ تبارک بطور معبود ثابت نیست اگرچہ خالی از ثواب نیست کہ نفع بقدر است و تسکین قرآن۔ نعم تخصیص نمودن چیزے برائے ثواب امر لغواست و عوام را منع کرده نہ شود، زیرا پنجہ او نشان از اصل صدقہ محرومی مانند چنانچہ از خواندن نماز بہ وقت مکروہ، گہمانی الدار المختار۔
 "إِلَّا الْعِبَادُ فَلَا يَنْبَغُونَ مِنْ فِعْلِهَا إِلَّا نَهْمٌ يَتْرُكُونَهَا"
 اصلح کی یہ شان ہوتی ہے اس کی نظر پر ہلو پر ہونی چاہیے وہ صرف نقص کو نکالنے کی کوشش کرے یہ نہ ہو کہ جوش میں آکر کسی نقص کی وجہ سے وہ اس کام ہی کو بند کر دے، اور اس طرح اس کام کے سلسلہ میں جو نیکیاں اور سجلائیاں معرضِ وجہ میں آرہی ہیں وہ بھی رک جائیں۔ جو شخص یہ طریقہ استعمال کرے اس کو مصلح کہنا کہاں تک درست ہے وہ تو معطل اور مانع ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب حبیکہ وہ فارغ التحصیل ہو گئے اور کانپور میں مدرس بھی ہو گئے ساہا سال تک محفل مبارک میلاد شریف منعقد کرتے رہے قیام بھی کرتے تھے بعد میں ان کو اس کا رخیہ میں خسرابی نظر آنے لگی۔ اب ان کو چاہیے تھا کہ وہ صرف اس خرابی کو رفع کرتے اور میلاد شریف کی محفل صیح طریقہ پر منعقد کر کے عوام کے سامنے پیش کرتے لیکن انھوں نے

کیا کیا یہ سب کو معلوم ہے میں اس المیہ کا کیا بیان کروں۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بر دل اندراز

ورنہ در مجلس زندال خبرے نیست کہ نیست

علم باطن میں صاحب کمال کیسے افراد ہوتے ہیں اس بیان سے پہلے میں حضرت ہیدی الوالد کے ایک مکتوب ہدایت اسلوب کا کچھ حصہ نقل کرتا ہوں جس کے متعلق بصیرہ ۱۹ میں وعدہ کر آیا ہوں مولوی عبدالرحمن سپر مولوی امام الدین جالبندھری چند سال تک دیوبند کے مدرسہ میں تعلیم پاتے رہے۔ پدر و سپر مرد و آپ سے بیعت تھے۔ دیوبند کے دوران قیام میں مولوی عبدالرحمن نے مولوی اشرف علی صاحب کے متعلق کچھ تحریر کیا تھا اور اپنے دوسروں کا علاج دریافت کیا تھا آپ نے بحواب تحریر فرمایا ہے۔

مختلف امراض کی ایک تدبیر تو نہیں ہو سکتی اگرچہ ابتدا

ہی سے برے خیالات کا دور کرنا مناسب ہے تاکہ عادت نہ ہو جائے

مگر اس کا علاج پیر کی خدمت ہے اور ہمارے نزدیک فقط پیر کا کچھ تحریر کر دینا یا کچھ اکم بتلا دینا ان باتوں کے واسطے مفید نہیں ہے اور نہ طریقت کا کوئی مرتبہ اس سے حاصل ہوتا ہے یعنی نقد سے کچھ سرتیاد دیوے اور مرد و بچہ ٹھکر کہہ کر اس سے طریقت کا کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا آجکل کے پیر کا جو اعتقاد ہم کو نہیں ہے مثلاً مولوی اشرف علی صاحب تھانہ بھون کے، اس کی وجہ یہی ہے کہ ان لوگوں نے اپنے پیر کی خدمت مدت مدید تک نہیں کی

۱۳۲
ہے اور مدار دین کے کمالات کا اسی پر ہے کہ مدت تک اپنے
پیر کی خدمت کرے اور بغیر مدت مدید کے یہ مرتبہ حاصل
نہیں ہو سکتا۔

من تو شدم تو من شدم من تن شدم تو جاں شدم
تا کس نہ گوید بعد از من دیگر من تو دیگر
اور جب تک یہ مرتبہ اپنے پیر کامل کے ساتھ حاصل نہ ہوئے
تو شریعت کے ساتھ اور پیغمبر کے ساتھ کیسے حاصل ہوگا۔ یعنی
فنا فی الرسول کیسے ہو سکتا ہے۔ الخ

سہ شنبہ سوم شعبان ۱۳۲۸ھ ہجری

(۱۰ اگست ۱۹۱۰ء از کوئٹہ)

آپ کا جواب بالکل صاف اور واضح ہے آپ نے کسی کی غیبت
نہیں کی۔ آپ نے نقائص نکالنے کی کوشش نہیں کی، آپ نے
ایک عام قاعدہ کی بات فرمائی ہے کہ جو شخص بھی اپنے مرشد
کی خدمت میں مدت مدید نہ رہے گا وہ کمال کے مرتبہ کو نہیں
پہنچ سکتا اور مثال میں مولوی اشرف علی صاحب کا نام لے
دیا اور فرمایا کہ ایسے پیروں کا ہم کو اعتقاد نہیں۔ مرید ہو جانا
اور اجازت و خلافت کا پالینا اور شے ہے اور کمال کے مرتبہ
کو پہنچنا اور شے ہے۔

نہ ہر صدف کہ فرو خور قطرہ باران درون سینہ او گشت جا در دانہ
صدف بیاید و باران بحر حیدر پس سال ہنوز غیبت محقق کہ می شود یا نہ

✓ جاندر کے ایک صالح شخص جو دیہات میں جا کر وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے آ کر آپ سے بیعت ہوئے۔ کچھ دن پہلے جاتے وقت انہوں نے عرض کیا۔ اگر کوئی شخص اللہ کا نام پوچھے اور طریقہ شریفہ میں داخل ہونا چاہے تو میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا تم صرف طریقت میں داخل ہوئے ہو۔ ابھی تم نے طریقت کا کمال حاصل نہیں کیا ہے اجازت اور خلافت کے لائق نہیں ہوئے ہو البتہ ہم نے سنا ہے پنجاب میں جہالت زیادہ ہے اور جھوٹے پیر لوگوں کو غلط راستہ پڑاتے ہیں اس لئے میں تم کو اجازت شریعت دیتا ہوں کہ تم لوگوں سے اسلام کا عہدہ اللہ کی فرمانبرداری کی ترغیب دو اور نافرمانی سے ڈراؤ اور اللہ کا نام ہماری طرف سے بتا دو تاکہ جاہلوں کے ہاتھ میں نہ پڑیں۔

طریقت کا تعلق تصفیہ اور تزکیہ سے ہے اور اس کے واسطے مدت کی ضرورت ہے اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احوال شریفہ پر نظر ڈالی جائے تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ علمائے کرام نے جو کچھ ارشاد کیا ہے مختصر طریقہ پر بیان کرتا ہوں۔

حضرات محدثین کی جماعت کہتی ہے کہ جس شخص نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں ایک نظر دیکھ لیا ہے یا ایک بات آپ کی سن لی ہے یا ذرا سی دیر آپ کی خدمت مبارکہ میں رہ لیا ہے وہ صحابی کہلانے کا مستحق ہو گیا

ہے۔ اس کی روایت مقبول ہے اور حضرات اُصولیین کی عبت کہتی ہے کہ جو شخص مدتِ مدید تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں رہا ہو۔ اس نے عشر اور سیر میں آپ کا ساتھ دیا ہو، رزق اور بزم کے مواقع دیکھے ہوں حضرت اور سفسر میں آپ کے ساتھ رہا ہو صحابی کہلانے کا مستحق وہی ہے۔ ایسے حضرات کی ہر طرح پر تہذیب ہو چکی ہے، ہر آزمائش میں وہ ثابت قدم ہے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُولَئِكَ الَّذِیْنَ اٰمَنَتْ اَللّٰهُ قُلُوْبُهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ۔ یعنی وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو پرہیزگاری کے واسطے اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے واسطے بخشش اور عمدہ اجر ہے۔

محدثین کی نظر روایت پر ہے اور روایت کی صحت کے لئے ادنیٰ صحبت بھی کافی ہے۔ اُصولیین کی نظر درایت اور سمجھ پر ہے اور اس کے لئے ایک مدت کی ضرورت ہے۔ آپ کی صحبت کا شرف یقیناً ہر اس شخص کو حاصل ہے جو محدثین کے نزدیک صحابی کہلایا جاتا ہے۔ لیکن ارشادِ ہدایت کا مقام انہی حضرات کو ملا ہے جو اصولیین کے نزدیک صحابی کہلانے کا مستحق ہوا ہے اور جتنی جس کی صحبت زیادہ رہی ہے اتنا ہی اس کا مرتبہ بلند تر ہے۔ آپ کی محبت میں جنتِ فانی تر ہوگا اتنا ہی اس کا رتبہ

عالی تر ہوگا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو مقام ملا اور وہ کہہ کھا
میسر ہوا، اور پھر سابقینِ اولیٰ کو جو شرف ملا وہ اور وہ کہہ کھا
نصیب، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَا يُؤْمِنُ
أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ
أَجْمَعِينَ۔ اسی سچی محبت کو فنا فی الرسول کہا جاتا ہے۔

حضرت مشائخ نے لکھا ہے الشَّيْخُ فِي قَوْلِهِ كَالْبَنِيِّ
فِي أُمَّتِهِ۔ جب تک مرید کے دل میں اپنے کامل پیر کی محبت، باپ، اولاد
اور دیگر افراد سے زیادہ نہ ہوگی وہ کامل الْإِرَادَةِ مرید نہیں ہو سکتا
کامل الْإِرَادَةِ مرید اسی وقت کہلائے گا کہ اس کا مسلحِ نظر
پیر کی پیروی ہو، ہر وقت پیر کی محبت میں ڈوبا رہے ہر وقت
اس کی یاد سے اپنے دل کو تسکین دے۔ اس کی ہر بات اس
کے لئے شایعِ نبات ہو اور اس کا ہر فعل اس کے لئے سرمایہ
حیات۔ اس کی خوشی میں خوش اس کے رنج میں رنجیدہ جب
مرید اس مقام کو پالیتا ہے تو اس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔
اس وقت مرید کی نظر میں دنیا کا کوئی پیر کوئی شیخ، کوئی رہبر نہیں
جھپٹتا، وہ اپنے پیر کی رضا مندی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی رضا مندی پاتا ہے اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
رضا مندی میں اللہ کی رضا مندی۔ اس پر اسرارِ اِنْ كُنْتُمْ
تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ کے انکشافات

ہوتے ہیں اور اس پر عشق رسول صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کا فتح
باب ہوتا ہے اور سچر کہیں جا کر فنا فی اللہ کے مقام کو پہنچتا ہے
مرید کامل الارادہ صادق المجتہد کسی حال میں اپنے پیر کے
طریقہ کو نہیں چھوڑ سکتا چہ جائے کہ وہ اس کے خلاف کچھ کہے
یا لکھے۔ اسی وجہ سے حضرت سیدی الوالد نے مولوی اشرف علی
صاحب سے فرمایا: تمہارے بڑے تو ہمارے طریقہ پر تھے
تم نے اس کے خلاف کیوں کیا؟ اور جو شخص جناب محبوب گہریا
سردار انبیا صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا سچا عاشق ہو گا کب وہ
حفظ الایمان کی عبارت سن کر خوش ہو سکتا ہے کَلَّا ذَرِّبِ الْكَعْبَةَ
اس لئے آپ نے مولوی صاحب سے ارشاد کیا: تمہارے اس
رسالہ کو پڑھ کر کتنے لوگ گمراہ ہوئے۔ ہم دوسرے رسالہ کو لے
کر کیا کریں۔

درنیا بد حال چنتہ بیج خام

پس سخن کوتاہ باید ڈال سلام

آپ نے ایک مرتبہ دوسری محرم الحرام کو اپنے پیر و مرشد حضرت
والد ماجد قدس سرہما کی فاتحہ کی۔ ایک شخص نے عرض کیا
آپ حضرت امام ربانی کی فاتحہ بھی کریں گے، آپ نے فرمایا
ہمارے امام ربانی یہی ہیں ہم کو جو کچھ ملا ہے انہی کے طفیل ملا ہے
یہ گھر چراغ فیوض عمر سے روشن ہے
نہیں ہے خیر کے سینہ میں نور آپ کے

پیر کا مرتبہ کیا ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کتنی
 ضروری ہے۔ اس بیان کو حضرت مجدد قدس سرہ کے مکاتیب
 میں دیکھا جائے اور خاص کر مکتوب ۲۹۲ جلد اول، حق تعالیٰ
 براعتقاد و محبت پر مستقیم دارد بمرتہ سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم۔
 نمبر ۲۹ لکھا ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی کا ارشاد ہے
 کہ مرتبی وہ ہے جس میں یہ تین صفتیں موجود ہوں، دین انبیاء کا
 سا ہو۔ تدبیر اطبیب کی سی ہو، اور سیاست بادشاہوں کی سی ہو اور
 بصیرہ۔ حضرت ابن عربی قدس سرہ کا ارشاد سراسر سداد آب
 زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس حکیمانہ ارشاد
 پر مولوی اشرف علی صاحب نے اپنے نقد اور تبصرہ کو کس طرح
 لا کر ختم کیا ہے۔ اس ارشاد سے تو حضرت مخدوم انام مرشد
 خاص دعام سیدی الوالد کے مسلک کو تقویت پہنچتی ہے ان پر جو
 اعتراضات کئے گئے ہیں وہ حرف غلط کی طرح مٹ کر رہ جاتے
 ہیں۔ اس معاملہ کو دیکھ کر دل ٹہتا ہے کہ یہ دَکَانَ حَقًّا عَلَيْنَا
 ذُخْرًا لِّلْمُؤْمِنِينَ ہی کا ایک کرشمہ ہے۔ اب اس اجمال کی تفصیل
 بیان کرتا ہوں۔ اتنا معلوم ہونا چاہیے کہ اس بصیرہ میں دوسری
 اور تیسری صفت پر بحث کرتا ہوں۔ پہلی صفت پر بحث بصیرہ
 نمبر ۲ میں ہوگی۔

حضرت فرماتے ہیں تدبیر اطبیب کی سی ہو۔ یعنی جس طرح

حاذق طبیب مرض کی تشخیص کرتا ہے۔ مریض کی حالت دیکھتا ہے اور پھر علاج کرتا ہے۔ اسی طرح مرشدِ کامل مریدوں کی حالت دیکھے ان کے استعدادات پر نظر رکھے اور ان کے مناسب احوال ان سے معاملہ برتے۔ اگر طبیب دُاروئے تلخ دیتا ہے شیریں دیتا ہے۔ عرق دیتا ہے۔ معجون دیتا ہے منہج دیتا ہے مُسہل دیتا ہے۔ تنقیہ کراتا ہے۔ فصد کھلاتا ہے۔ فاسد مَادہ کے اخراج کے لئے تشترگاتا ہے بلکہ بقائے حیات کے لئے خراب شدہ عضو کو کاٹ دیتا ہے۔ اسی طرح کامل مرشد بھی ہر مرید کی استعداد کو دیکھتے ہوئے اس کے نمایاں شاں معاملہ اس کے ساتھ کرے۔ بصیرہ ۲۵ میں اس کے متعلق کچھ لکھ چکا ہوں اس کو دیکھ لیا جائے۔

حکیم ابوعلی سینا ایک مرتبہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اس وقت اسم ذات تشریف کے بعض فوائد اور تاثیرات کا بیان فرما رہے تھے۔ حکیم کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ صرف آلف لائم اور ہا کے کہہ دینے میں اتنی خاصیتیں ہوں کہ سب را چھا ہو یا مشکل آسان ہو یا کسی دوسری بات کا ظہور ہو، اس نے اپنا شبہ حضرت پر ظاہر کیا، آپ سمجھتے تھے کہ حکیم ظاہر ہیں ہے اسباب و علل پر اس کی نظر ہے اور آپ اس کی اصلاح بھی چاہتے تھے اس لئے آپ نے حکیم

سے فرمایا: "اے خزّہ خردانی: یعنی اے گدھے تو کیا جانے۔ لفظ
 خزّہ سن کر حکیم پر اتنا اثر ہوا کہ وہ سر سے پرتک عرق آلود ہو گیا
 حضرت نے جب یہ کیفیت ملاحظہ فرمائی تو فرمایا اے حکیم میں نے تم کو
 نہ مارا۔ اور نہ کوئی دوا دی۔ میں نے تم کو خسّر کہدیا جو صرف فنا
 اور رہا ہے اس کے سننے سے تم پسینہ پسینہ ہو گئے۔ رنگت زرد
 پڑ گئی۔ حالانکہ یہ ایک مہولی حیوان کا نام ہے تو پھر اس ذات پاک
 کے مبارک نام میں جو بھی تاثیر ہو کم ہے جو سائے جہاں کا پیدا
 کرنے والا ہے۔ یہ سن کر حکیم کو ہوش آیا۔ غفلت کے پرے پڑے
 اور وہ آپ کی ولایت اور دانش کا معترف ہوا۔ حضرت خسّر قانی
 اگر اس موقع پر لفظ خزّہ فرماتے تو حکیم کی اصلاح کس طرح پر ہوتی
 اور وہ حقیقت سے کس طرح روشناس ہوتا مجھ سے خود مخلص قدیم
 حافظ عبدالحکیم نے بیان کیا کہ آپ کے متعلق میرے دل میں کچھ اعتراض
 پیدا ہوا اور جڑ پکڑتا رہا۔ اسی حال میں میں آپ کے پاس حاضر ہوا
 و دربان نے اطلاع کی لیکن اجازت نہ ملی۔ تین دن تک یہی ہوتا رہا
 کہ مجھ کو اجازت نہ ملتی اور میں گھروٹ جاتا۔ چوتھے دن میں قصد کر کے
 گھر سے چلا کہ جب تک آپ سے مل کر اپنی خطا معاف نہ کرالوں گا
 میں گھر کو نہ لوٹوں گا چنانچہ میں حاضر ہوا۔ اطلاع ہوئی اجازت نہ ملی
 اور میں دروازے میں بیٹھ گیا رات کے دو بجے حلقہ تمام ہوا سب
 حاضرین گھر کو روانہ ہو گئے۔ حاجی ملا احمد خاں نے مجھ سے کہا

اب چلے جاؤ حضور اقدس آرام گاہ تشریف لے گئے۔ میں نے ان سے
کہا کہ تم میری اطلاع کرو، شاید آپ مجھ کو بلا لیں۔ چنانچہ ملا احمد خاں
نے اطلاع کی۔ اور میری طلبی ہوئی۔ جاتے ہی میں آپ کے قدموں
پر گر کر رونے لگا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

آپ نے فرمایا۔ عبدالحکیم کئی دن سے تمہارے دل میں ٹیڑھ تھی اس
واسطے ہم نے تم کو آنے نہ دیا۔ حکیم اجمل خاں کو جانتے ہو جس طرح
وہ بدن کی بیماریوں کی تشخیص کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ کے فضل و
کرم سے ہم دل کے امراض کی تشخیص کرتے ہیں اور جس طرح وہ مرض کے
ازالہ کے لئے دوا دیتے ہیں۔ ہم بھی دیتے ہیں۔ دیکھو تمہارے
دل کی ٹیڑھ کیسی نکلی، پھر آپ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔ خبردار
بارگراہی حرکت نہ کرنا اور یہ کہہ کر آپ نے دعاری اور مرخص کیا
بصیرہ ۱۷ میں جناب مفتی منظر اللہ صاحب کا واقعہ لکھ چکا ہوں
اس کو بھی پڑھ لیا جائے۔ بصیرہ ۲۵ میں حدیث تشریف انزل
الناس الخ بھی لکھ چکا ہوں۔ مرشد کامل وہ ہے جو دل کے
امراض کی اس طرح تشخیص کرے اور پھر اس طرح اس کے ازالہ
کی صورت نکالے۔ آپ ایک خط میں اسمعیل بن عبدالرحمن کو تحریر
فرماتے ہیں۔

اے عزیز در عالم کسے نیست کہ مرادوق دہد بجز خلوت
 من۔ سلوک سالکوں و خدیوہ مجذوبان را درون حرم من باز نیست
 خود در فہم عنایتی کہ بر من است قاصر بہ دیگران چہ رسد
 وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ
 تَحْدِثُنَا بِنِعْمَةِ اللّٰهِ بِشَمَانِ شَتَمِ کہ دوست باشند و فہم کنند
 من اگر رندم و گر شیخ چہ کارم با کس

حافظ راز خودم عارف وقت خوشم

حضرت فرماتے ہیں سیاست بادشاہوں کی سی ہو۔ یعنی جس طرح
 بادشاہ اپنے احکام کو بزرور منواتا ہے اس کے احکام کی تعمیل میں
 کوئی شخص پس و پیش نہیں کر سکتا چاہے فرزند دل بند ہو چاہے
 وزیر ہو شہمند۔ کسی کو بایرانہ ہو کہ اس کی خلافت درازی کر سکے اسی طرح
 مرشد کامل، طریقت کے آداب کی سب سے پابندی کر لے۔ کوئی
 مرید اپنی حد سے باہر قدم نہ رکھ سکے۔ چاہے وہ خلیفہ ہو چاہے
 مجاز۔ چاہے مولوی ہو چاہے صوفی جو بھی سرتابی کرے وہ
 اس کو تنبیہ کرے۔ امیر ہو یا فقیر کسی کی رعایت نہ کرے، اور
 بے قاعدگی پر فوراً اس کو ٹوک دے۔ تنبیہ کرنے پر اگر باز نہ
 آئے تو نکال دے اور کہہ دے۔ هَذَا فِرَاقٌ بَيْنِي وَ
 بَيْنِكَ، اب جدائی ہے میرے تیرے بیچ۔

بزم جمشید والے اپنے بزرگوں کی تعریف میں لکھ رہے ہیں

وہ تو اپنے خادموں کو مخدوم سمجھتے تھے۔ کیا کوئی بادشاہ اپنی رعایا میں سے کسی ایک فرد کو بھی اپنا بادشاہ سمجھ سکتا ہے چاہے وہ فرد اس کا اپنا تخت جگر ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ اس کا پدر بزرگوار ہی کیوں نہ ہو، دوسروں پر اعتراض کرنا بہت سہل ہے کیا بزم حبشیہ والوں نے اپنے طریقہ اور اپنے رفقاء کے کلا کے طریقوں پر بھی کبھی نظر ڈالنے کی زحمت گوارا کی۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "مولود شریف میں شرک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف اور لذت پاتا ہوں" اور مرید صاحب لکھتے ہیں: "مولود شریف کرنا اور قیام تعظیمی کے لئے کھڑا ہونا بدعت و شرک ہے اور مثل کنہیا کے جہنم کی" شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں اکبر الکبائر گناہ شرک ہے جو شخص شرک کرتا ہو کیا وہ مرشد بنایا جاسکتا ہے ایک صاحب سماع سنتے ہیں صرف قوالی ہی نہیں بلکہ سماع بہ مزامیر اور دوسرے صاحب اس کو حرام قرار دیتے ہیں اگر ایک بدعت اور شرک کی گردان رٹ رہا ہے تو دوسرا علم غیب پر قلم آرائی کر رہا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ یہ ہر ایک کے کیوں نئے رسم و آئین ہیں۔ یہ ہر ایک کیوں تحقیق و بحال کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ یہ جماعت بندیاں کیسی ہو رہی ہیں۔ یہ آپس میں اختلافات کس لئے پیدا کئے جا رہے ہیں

یہ اُمّت محمدیہ علیٰ صاحبہا اَلْفُ اَلْفِ صَلَوةٌ وَتَحِيَّةٌ میں انتشار کیوں پیدا کیا جا رہا ہے۔

مَاذَا التَّقَاطُعُ فِي الْاِسْلَامِ بَيْنَكُمْ
وَانتُمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانُ
اَلْاَنْفُسِ اِيَّاتُ لَهَا هِمٌّ
اَمَّا عَلٰى الْخَيْرِ اِنْصَارُوْا عَوَاكُ
لِمِثْلِ هٰذَا يَدُ وَبِ الْقَلْبُ مِنْ كَمَدٍ
اِنْ كَانَ فِي الْقَلْبِ اِسْلَامٌ وَاِيْمَانُ

بادشاہوں جیسی سیاست کے یہ معنی ہیں کہ کامل پیر کے سب مرید ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہوں۔ حضرت سیدی الوالد کے دو مرید تھے۔ ایک مولوی صاحب اور دوسرے ان کے شاگرد کچھ بڑھے لکھے اور حافظ، یہ دونوں سا لہا سال آپ کے پاس آتے رہے انھوں نے آپ کے مکاتیب شریفہ کو بھی جمع کیا۔ اس کو پڑھتے تھے خود رُڑتے تھے اور اوروں کو رُلاتے تھے۔ کبھی وجد میں اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تھے۔ کبھی دُزد میں لوٹتے تھے۔ میرٹھ کے واقعہ کے بعد جب آپ نے بڑے پیمانہ پر محفل مبارک میلاد

شریف معتقد کی اور آپ نے محفل شریف کو سہولوں سے تپوں
 سے شامیانوں سے جھاڑ فانوس سے آراستہ کرایا۔ بلیوں پر
 رنگین کپڑے لپیٹوائے اور ان پر سنہری روپہلی دھنک فیا اللہ مین
 حُسْنِ وَبِهَجْتِ۔ ان دونوں افراد کے دل میں شکوک اور اعتراضات
 پیدا ہوئے اور بغیر ملاقات کئے چلے گئے ظاہر داری برتتے ہوئے
 یہ دونوں افراد ایک سال ڈیڑھ سال تک حاضر ہوتے رہے۔ لیکن
 خالق شریف میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔ اس عرصہ میں ان
 دونوں کا دل و لولہ، ذوق، شوق، جذبہ رفتہ رفتہ زائل ہوتا گیا
 خود ان دونوں کو اس کا احساس ہوا، بہت گھبرائے اور اسی پریشانی
 کے عالم میں دوسری جگہ جاکر معیت ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید
 باطنی حلاوت پھر نصیب ہو۔ اسی میں سا لہا سرگرداں ہے ۱۳۱۵
 ہجری میں یعنی ۲۶ سال کے بعد مولوی صاحب مجھ سے دو چار
 مرتبہ ملے۔ ایک دن اپنی کیفیت کو یاد کر کے رونے لگے، اور
 یہ الفاظ کہے، میں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اسی طرح
 کا ایک غلام ہوں جیسا کہ پہلے تھا۔ ان کو دوسری جگہ سے کچھ
 فیض نہ ملا تھا۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کے ساتھی بھی کف
 افسوس ہی ملتے رہے۔ یہ دونوں افراد آپ سے منحرف ہوئے تقریباً بارہ
 سال آپ حیات رہے۔ اس تمام عرصہ میں ایک دن بھی آپ نے ان دونوں
 کا ذکر تک نہ فرمایا۔

جناب مولوی حکیم سید عبدالحلیم صاحب نے ۲۹ رجب ۱۲۶۵ ہجری
کو مجھ سے بیان فرمایا کہ میں آپ سے بیعت ہوا۔ کچھ دن حاضر رہا اور پھر
ڈاسنہ چلا گیا وہاں ایک صوفی صاحب تھے اچھا نا ان کے پاس بیٹھنے لگا
چند ماہ بعد حاضر ہوا اور صاحبزادہ کلاں حضرت بلال ابوالفیض کے
پڑھانے کی خدمت میرے سپرد ہوئی۔ میں اپنی خدمت بجالاتا رہا لیکن
میں محسوس کرتا رہا کہ آپ کی وہ نظر عنایت مجھ پر نہیں ہے جو پہلے تھی۔ میں
کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ ایک دن آپ تفریح کر کے تشریف
لائے۔ مجھ پر نظر پڑی۔ فرمایا بیعت ہونے کے بعد جب تک تم یہاں ہے
تمہاری حالت اچھی تھی گھر جا کر تم نے کیا عمل کیا ہے۔ میں نے صوفی حنا
کے حلقہ میں بیٹھنے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سب اسی کا اثر ہے
میں نے عرض کیا۔ حضور آپ وہ نسبت سلب فرالیں۔ فرمایا اچھا ہم
وہ نسبت سلب کر لیں، یہ کہہ کر آپ نے آنکھیں بند کر لیں اور میری طرف
متوجہ ہو گئے۔ ستھوڑی دیر میں میں نے محسوس کیا کہ میرے سینہ میں سے
کوئی چیز سمٹ کر اُمّ الدیباغ کے راستہ باہر نکلی۔ اس وقت میں نے
خوب اچھی طرح چھن جیسی آواز سنی، اور اپنے میں ایک خاص کمزوری محسوس
کرنے لگا۔ آپ نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اب کچھ دنوں تک وظیفہ شریف
نہ کرنا، اس کے بعد کئی سال تک مولوی صاحب آپ کے ساتھ رہے اور کوٹہ
میں رہے خٹال مائالے۔ اور اب آپ ساہا سال سے حیدرول

۱۷۴ انس و صد انس کہ بدایت کی یہ شمع شب جمعہ کو بین الغنائین ۲۲ رجب ۱۲۹۱ھ

ضلع بہارچ میں مقیم ہیں۔ مَعَ اللّٰہِ الْمُسْلِمِیْنَ بِعِلْمِہِ وَتُرْفَانِہِ ۔

روح دل جب ایک کامل استاد کے سپرد کر دی گئی تو پھر دوسرے استاد کی اصلاح کے کیا معنی۔ کیا طیب حاذق گوارا کر سکتا ہے کہ اس کا مریض عطا یوں کا تختہ مشق بنے۔

آپ روشن آراہ باغ (سنہری منڈی دہلی) میں تشریف فرما تھے سردار گل محمد خاں سفیرِ کامل بڑے ادب سے حاضر ہوئے ان کے ساتھ سردار امیر احمد بھی تھے۔ مؤخر الذکر بغداد گئے تھے اردو ہاں پیر سید عبدالرحمن سے بیعت ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے پیر کی کچھ تعریف بیان کی، تھوڑی دیر آپ خاموش رہے۔ آخر میں آپ کو قدرے جلال آیا بہ نظر عتاب ان کی طرف دیکھ کر فرمایا: "اے خبیث پیش من تعریف کدام شخص می کنی، آن شخص کہ از سلطان المسلمین بغاوت کردہ رفیق انگلیسہا شدہ و ملک اسلام را بہ دست کفار سپردہ۔ ہوش کن، بارِ دگر ذکر چنین خائنان اسلام پیش مانہ کنی۔" جس وقت آپ یہ ارشاد فرمایا تھے۔ امیر احمد کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اس کے بعد وہ مہینوں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور مہلک اٹھاتے رہے آپ

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) ۱۹۷۱ء مئی ہو گئی۔ جمادی الثانی ۱۴۰۲ھ کو ہولی تھی ہنود نے ہولی نہیں کھیلی، اور آپ اپنے مسکن جہول ضلع بہارچ میں مدفون ہوئے رَحِمَہُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُ ۔

کی رحلت فرمانے کے چند سال بعد ان سے ملاقات ہوئی۔ آپ کی مبارک صحبت کو یاد کر کے روتے تھے۔

۱۳۲۱ ہجری کے شروع میں ایران کے قبیلہ بختیار کا خان ایک فوجی دستہ کے ساتھ کوئٹہ میں در اقدس پر حاضر ہوا اور باہر ایک طرف کو ذرا فاصلہ پر کھڑا ہو گیا کبھی حاضر تھی اور آپ برائے تفریح تشریف لے جانے داتے تھے۔ آپ باہر تشریف لائے۔ دربان نے اطلاع کی۔ حضور انرا ایران خان بختیار برائے زیارت آمدہ، آپ نے فرمایا خان سردار رانہ می شاکم من خود خانم و سردارم، یہ فرما کر آپ برائے تفریح تشریف لے گئے یہ خان سلسل کی دن صبح دشام حاضر ہوتا رہا آخر میں صرف ایک ملازم کو ساتھ لے کر بہت سادہ لباس میں آیا اور بڑی دیر تک دروازہ پر بیٹھا رہا۔ لیکن ملاقات نصیب نہ ہوئی ۱۳۲۲ھ کو وہ اس فقیر سے ملا، کہنے لگا کہ آپ کی خدمت میں آتے وقت یہ خیال دل میں آیا تھا کہ ایک بڑی قوم کا خان ہوں اور کچھ روپیہ بھی بدتہ لے کر جا رہا ہوں۔ آپ ضرور مجھ سے اچھی طرح ملیں گے یہ خیال تھا جس کے باعث دست و پا بوسی سے حرام نصیب ہوا۔ معذرت میرے لئے یہ شرف کیا کم ہے کہ ایک نظر آپ کو دیکھ لیا۔

یہ ہے استغفار کی ایک مثال اور یہ ہے سیاست بادشاہوں کی اور یہ ہے شان دبدۂ حضرت شاہ عبداللہی اور یہ ہے مَنْ رَاَهُ بَدِيْهَةً هَابَةً کی کیفیت، آپ کے جَدِّ صَابِعِ مَحْتَسِبِ الْأُمَّةِ سُلْطَانِ الْأَوَّلِيَّار

حضرت شیخ سیف الدین قدس سرہ کی یہ شان تھی۔ کسی نے اعتراض کیا۔
 کہا۔ حضرت شیخ میں تکبر آگیا ہے۔ آپ کے مسامح شریفہ تک یہ بات
 پہنچی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس تکبر از کبر مائی اور ست جہل حبلا
 یعنی یہ سارا کرد فراسی وحدہ لاشریک نہ کی کبر مائی اور عظمت کا ایک
 پر تو اور ظہور ہے در نہ میں کیا اور میری بساط کیا۔

جمال ہم نشین در من اثر کرد،

وگر نہ من بہاں خاتم کہ ہستم

مرشد کامل وہ ہے جو متخلق بہ اخلاق اللہ ہو اور مہذب بہ اوصاف
 رسول اللہ عالم ہو، باتدبیر ہو، صاحب جلال ہو، صاحب جمال ہو، صاحب
 کمال ہو، قہر سے متصف ہو، کبر مائی کا اظہار کرے تو اللہ کے لئے عظمت
 کا اظہار ہو تو اسی کے لئے تواضع ہو تو اسی کے لئے تذلل ہو تو اسی کے
 لئے کسی سے ملے تو اللہ کے لئے کسی سے نہ ملے تو اسی کے لئے۔ اگر
 نور ایمان کی جھلک پائے گلے سے لگائے اگر ظلمتوں میں گھرا پائے تو
 ان میں سے نکالے۔ مخلص پر مہربان ہو، معاند سے روگرداں ہو۔
 جس کو ایسا مرشد ملے وہ خوش نصیب ہے سرمایہ سعادت اس کے
 ہاتھ لگ گیا ہے۔ اکیر حیات اس کو نصیب ہو چکی ہے ہر فعل میں
 اس کی اقتدا کرے ہر کام میں اس کا اتباع کرے۔ نماز پڑھنی
 اس سے سیکھے عبادت کرنی اس سے جانے اس کے ارشاد سے
 فقہ سیکھے اس کے اقوال سے حدیث سمجھے۔

اں را کہ در سرائے نگاے است فارغ است

از باغ و بوستان و تماشاے لالہ زار

نمبر ۳۰ لکھا ہے۔ مولوی عبد المجید نے پوچھا تھا انبیاء کا سادین کس کا ہو سکتا ہے میں نے جواب دیا تھا کہ مراد یہ ہے کہ انبیاء کا دین جس طرح دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ ایسا کامل ہونے بصیرہ دین کے بہت سے معانی ہیں۔ دس معانی سے تو یہ لفظ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ حافظ ابن جوزی نے مدہش میں لکھا ہے ۱۔ حَبْرًا مَالِكٌ يَوْمَ الدِّينِ ۲۔ اِسْلَامٌ بِالْهُدٰى ۳۔ دِيْنُ الْحَقِّ ۴۔ عَذَابُ ذٰلِكَ الدِّيْنِ الْقَيِّمِ ۵۔ طَاعَتٌ وَلَا يَدِيْنُونَ ۶۔ دِيْنُ الْحَقِّ ۷۔ تَوْحِيْدٌ مَّخْلُصِيْنَ لِّلْاَدِيْنِ ۸۔ حُكْمٌ مَّا كَانَ لِیَا خُذَاكَ فِیْ دِيْنِ الْمَلِكِ ۹۔ حَدِّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهَآ رَافَةٌ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ ۱۰۔ حَسَابٌ۔ یَوْمَئِذٍ یُوفِیْهِمُ اللّٰهُ دِیْنَهُمُ الْحَقَّ ۱۱۔ عِبَارَتٌ قُلْ اَلْعَلَمٰنَ یَدِیْنِ اللّٰهِ ۱۲۔ اَلْتَّوْحٰدُ ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیْمَةِ، اور اس لفظ کا استعمال ورع، سیرت، عادت اور دوسرے معانی میں بھی آیا ہے۔ اردو میں اس کا استعمال زیادہ تر مذہب کے معنی میں ہوتا ہے حضرت ابن عربی نے کیا لفظ استعمال کیا ہے کہ جس کے معنی اردو میں دین کے لئے گئے ہیں اور اگر حضرت نے دین ہی کا لفظ استعمال کیا ہے تو پھر کس معنی میں استعمال کیا ہے۔ اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اگر حضرت کی عبارت سامنے ہوتی تو مدد ملتی۔ مولوی اشرف

علی صاحب نے بھی اس کے متعلق کچھ نہیں کہا ہے اور انھوں نے غالباً مذہب کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ یعنی انبیاء کا مذہب دنیوی اغراض سے پاک ہوتا ہے وہ کسی دنیوی مقصد کے لئے اللہ کے دین کی تبلیغ نہیں کرتے ہیں ان کے ہر کام میں اور ہر بات میں اخلاص ہوتا ہے۔ یہی کیفیت مرشد کامل کی ہونی چاہیے اس کے ہر کام میں ہر بات میں اخلاص ہو، وہ مرید کے ساتھ جو معاملہ کرے اللہ کی رضا مندی کے لئے کرے اس کا ایمان کامل ہو، اس کا یقین محکم ہو، وہ ہر وقت اللہ سے ڈرتا ہے ہر آن اس کی یاد میں مصروف رہے اس کی خاموشی فکر ہو اس کی بات ذکر ہو، اس کی نظر فیض اثر سے پردہ غفلت دور ہو اور اس کے دیکھنے سے دل کو حضور ہو، یہ ہے مرشد کامل کی تیسری صفت، اور محمد اللہ و احسانہ حضرت سیدی الوالد میں یہ وصف بہ درجہ اتم موجود تھا اور اس طرح حضرت ابن عربی قدس سرہ کی بتائی ہوئی صفتوں کی روش سے ہر سمجھ دار یہی کہے گا کہ آپ مرشد زمانہ و مربی یگانہ تھے شریعت پر عامل طریقت میں کامل تھے۔ مولوی محمد امیر الدین معروف بہ منشی امیر خاں دہلوی آپ کے جد امجد سے بیعت تھے۔ آپ کے حلقہ میں بالزمام شریک ہوتے تھے۔ ایک دن ذوق و شوق کی حالت میں آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔

در کفے جام شریعت در کفے سندان عشق
ہر ہوسنا کے چہ داند جام و سندان بافتن

اس تمام بحث کے بعد یہ عاجز کہتا ہے کہ سیدی و سیدی و ابامی و قسبتی
 و ملاوی و حجتی و متمدی و مرشدی قدس اللہ سرہ و انما ض علی العالمین
 من بركاتہ و اسرارہ و الوارہ کا نور ایمان کتنا قوی تھا یہ تو اللہ تعالیٰ
 جل شانہ و علم احسانہ ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں آپ میں اللہ
 تعالیٰ کے نیک بندوں کی وہ نشانیاں۔ جن کا ذکر احادیث شریفہ
 میں آیا ہے پوری طرح موجود تھیں۔ آپ کو دیکھ کر اللہ یار آتا تھا خیال رکھو
 الذین اذا داذکروا للہ۔ پانچ سال ہوئے ضلع ملتان شہر کے چودھری
 خدابخش نے اپنا واقعہ خانقاہ شریف اکرمیہ سے بیان کیا کہ کہیں سے
 مشرکوں کی صحبت میں رہا۔ اسلام سے بالکل بے خبر تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ
 میں پورا مشرک تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں علی الاعلان
 گستاخی کرتا تھا سالوں اس حال پر گزرے۔ ایک دن میں ملتان شہر گلی
 وہاں نمائش ہو رہی تھی نمائش گاہ کے دروازہ پر میں نے آپ کو گجھی میں
 سوار ہوتے دیکھا۔ صدمہ ہاں کفر آپ کو گھیرے ہوئے تھے ہر شخص کی
 خواہش تھی کہ کسی طرح آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیکر سعادت حاصل
 کرے۔ میری نظر جب بھی آپ پر پڑی مجھ کو آپ بالکل نوری فرشتہ

۱۵ چودھری خدابخش کی ملاقات خانقاہ ارشاد پناہ میں درستانہ

۲۵ رمضان ۱۳۶۲ھ (۲۳ ستمبر ۱۹۴۵ء) کو دوپہر کے وقت ہوئی۔

غفر اللہ لنا ودرجہمہ و جعلہ الجنة مثوالا۔

معلوم ہوئے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح آپ کو چھو لوں۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور آپ کی سواری روانہ ہو گئی۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا، یہ بزرگ کون تھے۔ کسی نے بتایا کہ یہ دلی کے حضرت مولانا شاہ ابوالخیر تھے۔ خدا بخش نے کہا یہ پہلا دن تھا کہ اسلام کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی اور میری عظمت کدہ شرک میں ایمان کی کرن چکی اور پھر اللہ نے وہ دن دکھایا کہ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور دولت ایمان سے بہرہ مند ہوا۔ جس دن سے میں نے آپ کی طلعت نورانی دیکھی تھی، یہی تمنا تھی کہ کسی طرح آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کروں۔ آج میں پہلی مرتبہ دلی آیا ہوں یہاں آکر معلوم ہوا کہ آپ رحلت فرمائے خلد برس ہو چکے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا ہوں یہ ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کا یاد آنا۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کو عام طور سے جو آپ سے عقیدت اور محبت تھی اور اللہ تعالیٰ کے بندے جو تعریف اور توقیر آپ کی کرتے تھے اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ از گزیرہ محبوبان تھے۔ فَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِنَّ اللَّهَ إِذَا أَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِيلَ فَقَالَ إِنِّي أَحِبُّ فَلَانَا فَاحِبَهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ ثُمَّ يَأْتِي فِي السَّمَاءِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فَلَانَا فَاحِبُوا نَبِيَّهِمْ هَلِ السَّمَاءُ تَحْمِلُ الْقُبُولَ فِي الْأَرْضِ (رواه مسلم)

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جب کسی بندے سے اللہ کو محبت بقیہ حاشیہ ص ۱ پر

اور یہ دیکھتے ہوئے کہ آپ کے انتقال کے بعد ہزاراں ہزار بندگانِ خدا نے
آپ کی ثنائے جمیل کی اور آپ کے اوصافِ حسنہ کو بیان کیا تو بموجب
ارشادِ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کَمَا رَأَاهُ النَّجَّارِيُّ دُوسَلَمَ۔
هَذَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ خَيْرًا فَوَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ (الحديث) آپ از اصحاب
جنتِ نعیم ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے ابوابِ علوم کھول دئے تھے، کیا علم
ظاہر اور کیا علم باطن۔

از روشن شدہ راہِ شریعت از دسر سبز شد بلغِ طریقت
۲۹ جمادی الآخرہ ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۶ فروری ۱۹۲۳ء میلادی جمعہ
کی مبارک شب کو رات کے دو بج کر پانچ منٹ پر تبسم فرماتے ہوئے رحلت
فرمائے خلد بریں ہوئے یہ وہ مبارک وقت تھا جب آپ حلقہ سے فارغ
ہوا کرتے تھے۔ اس رات مغرب سے آسمان پر ابر چھا گیا، بارش ہونے
لگی اور جس وقت آپ رحلت فرما رہے تھے اس وقت رعد و برق و بار
و باران کا جس شدت سے ظہور ہوا، یہ بات عالم آشکارا ہو گئی کہ اگر زمین
اور اس کے رہنے والے اس حادثہٴ جاں کاہ سے بے قرار ہیں تو آسمان

(بقیہ گذشتہ صفحہ) ہوتی ہے۔ وہ جبریل کو بلا کر کہتا ہے۔ مجھ کو فلاں بندے سے
محبت ہے تم اس سے محبت کرو چنانچہ جبریل کو اس سے محبت ہو جاتی ہے اور پھر جبریل
آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ نے فلاں بندہ سے محبت کی ہے لہذا تم اس سے محبت
کر دینا چنانچہ اہل سماء اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس بندے کے لئے زمین میں مقبریت
رکھ دی جاتی ہے۔ یعنی زمین والوں کے دل اس بندہ کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

اور اس کے ساکنین بھی متاثر اور اشک بار ہیں اور اس طرح بکت علیہم

السَّامَاءُ وَالْأَرْضُ کی تفسیر سب پر ظاہر ہوتی ہے

حیف بنید چشم گیتی مقتدائے کاسے

چوں ابوالخیر ولی قطب جہاں فخر ز من

جمعہ کے دن بین العصر والغرب آپ کے تہذیبِ ظہر کو در پہلوئے جدِ امجد

اعلیٰ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ مادرِ خاک کے سپرد کیا۔ شیخ غلام احمد

ہاسوی نے اس وقت ایشعار پڑھے۔

رفیق و دیدہ پرخون بہ فراقِ کریم

نشہ ابوالخیر بہ جدِ خیر بہ سیرِ حنیت

خاکِ بدوا بہ سرِ پاک بہ فاکتِ کریم

روحِ پاک تو طلبِ کرد خدا در قربت

ما عجب تیرہ در و زماں کہ فاکتِ کریم

ذاتِ پاک تو فنا گشت بہ ذاتِ واحد

ز نغمتِ قصیدِ نہایت بہ ہدایتِ کریم

اے دہکا تو سپرِ لور ز آفت مارا

وَرَفَعَ اللَّهُ جَلَّ وَعَلَا عَنْهُ، وَنُورَ اللَّهِ مُصْطَفَاهُ وَقَدْ سَاسَ سِيرَهُ

وَرَفَعَ ثَنَانَهُ وَأَعْلَى دَرَجَتَهُ وَحَشَرَهُ مَعَ النَّبِيِّينَ وَالصَّالِحِينَ

وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

وَأَسْرَارِهِ وَأَنْوَارِهِ - اللَّهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يَنْفَعُنِي

حُبُّهُ عِنْدَكَ اللَّهُمَّ مَا رَزَقْتَنِي مِمَّا أَحِبُّ فَأَجْعَلْهُ قُوَّةً

لِي نِيَامَ حُبُّكَ اللَّهُمَّ وَمَا زَوَّيْتُ عَيْنِي مِمَّا أَحِبُّ فَأَجْعَلْهُ

فِرَاحًا لِي نِيَامَ حُبُّكَ اللَّهُمَّ زَيْنُ ظَوَاهِرِ نَاجِدٍ مَتَكَ وَوِطَانُنَا

بِمَحَبَّتِكَ وَقُلُوبُنَا بِمَعْرِفَتِكَ وَارْوَاحُنَا بِشَاهِدَتِكَ وَأَسْرَارُنَا

بِمُعَايَنَةِ جَنَابِ قُدُّوسِكَ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا الْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَالْحَقَّ حَقًّا

وَارْقُنَا اِتِّبَاعَهُ وَارِنَا الْبَاطِلَ بِأُطْلَا وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ وَلَا تَكُنَّا
إِلَى أَنْفُسِنَا وَلَا إِلَى أَحَدٍ مِّنْ خَلْقِكَ طَرْفَةً عَيْنٍ وَكُنْ
لَنَا وَآلِيَانَا صِرَافًا وَحَافِظًا وَدَعُونَا وَمُعِينًا وَعَلَى كُلِّ خَيْرٍ
دَلِيلًا وَمُلْقِنًا وَمُؤَيِّدًا - اللَّهُمَّ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدَّارِ نِيبِ
حَسَنَةٍ يَا وَاسِعَ الْبَغْفِرِ - اللَّهُمَّ ارِنَا الْأَشْيَاءَ كَمَا هِيَ
اللَّهُمَّ سَهِّلْ عَلَيْنَا جُودَكَ وَبَسِّرْ عَلَيْنَا بِكَرَمِكَ يَا أَكْرَمَ
الْأَكْرَمِينَ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ - اللَّهُمَّ تَبَّ عَلَيْنَا حَتَّى
تَتُوبَ إِلَيْكَ وَاعْصِمْنَا حَتَّى لَا نَعُودَ وَحَبِّبْ إِلَيْنَا الطَّاعَاتِ
وَكْرِهْ إِلَيْنَا الْخَطِيئَاتِ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا
الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًا
لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ، سُبْحَانَ رَبِّكَ
رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ
وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

درگاه شاہ ابوالخیر (خانقاہ شاہ غلام علی)

رحمتہ اللہ علیہما

بازار چٹلی قبر، شہر دہلی

در ثمنہ ۲۲۰۰۰ روپیہ الحجۃ المکرمہ ۱۳۷۲ھ ہجری

۲۰ ستمبر ۱۹۵۳ء میلادی

لے: اب اس بازار کا نام شاہ ابوالخیر صاگر ہے۔

سلسلہ نسب

ابن الابرار بن خوردارمیاں انس سَلَّمَ اللہُ وَحَفِظَہُ خلیفہ حق

حضرت عمرؓ روق اعظم رضی اللہ عنہ

انسؓ برافضل و پس زید و ابوالخیر و عمرؓ ثاباں

سعید و بوسعید و پس صفی القدر والا ثاں

عزیز القدر عیسیٰ سیف دین معصوم و ثاں احمد

پس عبد الاحد حق بلین و زین العابدین حق داں

وگر عبد النعمی و شیخ محمدؓ پس حبیب اللہ

رفیع الدین نصیر الدین سلیمان یوسف و درال

پس اسحاق و عبد اللہ شعیب احمد و گریوسف

شہاب الدین و نور الدین نصیر الدین محمود آں

سلیمان و گریسعود و عبد اللہ تمہیں واعظ

چو عبد اللہ تمہیں واعظ ابوالفتح آں نہ خشاں

پس اسحاق و ابراہیم و ناصر باز عبد اللہ
 عمر پس حفص و عامر پور عبد اللہ صحابی دال

ختم امین نسب نامہ امام الاُعدلیں آمد
 عمر فاروق بین الحق و الباطل شرہ خوباں

قطعات تاج طبع رسالہ بزم خیر از زید

از

عزیز گرامی حافظ قاری عبد الحمید مجددی فاروقی حفظہ اللہ تعالیٰ
 عربی

بِحَبْرِ عَقْرِی فِیْكَ زَهْوَا
 اَبِیْہِ الزُّورِ اَعْلَانًا وَنَجْوَا
 تَشَاطُہُ اضْطِرَابِ الْبَحْرِ رَهْوَا
 وَمَالِیْ دُونَهُ لِلّٰہِ رَجْوَا

اِذَا مَا نَالَتْ الْاَفْکَارُ حَوَا

لَهُ الْتَالِیْفُ وَالتَّارِیْخُ مَنِی
 تَزَیَّنَ بَزْمِ خَیْرٍ اَزْ زَیْدٍ رَهْوَا

اَلَا یَا عِنْدَ لَیْبِ الْهِنْدِ هَیْنَمُ
 بَزْیْدٍ رَدِّیْ تَالِیْفِہِ عَن
 لَعْمِیْ قَدْ اَجَادَ فُکْلُ عَیْنِ
 نَحِشْ ذِکْرِیْ اَبِی الْخَیْرِ الْمَقْدِی
 تَعَسَّرَانِ نَزْوَلِ سُبَاتُ قَوْمِ

۴ ۳ ۱

فارسی

کوزید آں مرد عرفاں معتبر	اللہ امتیاز نیک و بد
غیر یک فرد مسلمان معتبر	ہر کس و ناکس نہ داند مرزھا
حجت مقبول و برھاں معتبر	شد جواب بزم جمشید اے حمید
گشت نزد تختہ سجاں معتبر	طرز اظہار حقیقت مرحب
گویش یک بزم دوراں معتبر	عُمْدَةُ الْأَقْوَالِ فِيهَا قَدْ جُمِعَ
حذا ایں آب حیواں معتبر	ہر مریض باطنی یا بد شفا

مصرع تاریخ طبعش گفت دل
بزم خیر از زید شد آں معتبر
۱۹ ۶ ۵ ۵

اردو

لو کمل ہے بزم خیر از زید	ہو گئی طبع خوب یہ تصنیف
ایک مشعل ہے بزم خیر از زید	پیش کرے حمید یہ تاریخ

قَالَ الْمَوْلِيفُ عَفَى اللَّهُ عَنْهُ
تَمَّ بِالْخَيْرِ وَالْهَمْنَا
۸۶ + ۶ + ۸۲ ۳ + ۲۲۰
۱۳ ۵ ۷ ۶

حضرت شاہ ابوالخیر اکادمی کی مطبوعات

ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کے معلومات میں اضافہ ہوگا

۱. مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر) فارسی - آفٹ ۲۰/-
۲. مقاماتِ خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) ۲۶x۲۰ اردو ۳۰/-
۳. مقاماتِ خیر (سوانح ہادی کامل شاہ ابوالخیر) ۲۲x۱۸ ۲۵/-
۴. حضرت مجدد اوران کے ناقدین اردو آفٹ ۱۵/-
۵. تاریخ القرآن از مولانا مفتی عبداللطیف رحمانی آفٹ ۱۵/-
۶. بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید، آفٹ ۱۳/-
۷. علامہ ابن تیمیہ اوران کے معاصر علماء ۱۲/-
۸. معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیل ۱۰/-
۹. مجموعہ خیر البیان، خیر المورّد، نظم ثمت ابل ۱۰/-
۱۰. منہج الابرار فی السلام علی الانبیاء والرضا عن الاولیاء ۱/۵

شاہ ابوالخیر اکادمی

درگاہ شاہ ابوالخیر شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶